صلوٰۃ الرسول پر ایک تحقیقی نظر
از قلم
مناظر اسلام مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی ؒ
منجانب
النعمان سوشل میڈیا سروسز

صلوٰۃ الرسول پر ایک نظر (۱)

تبصرہ بر کتاب صلوٰۃ الرسول :۔ کتاب صلوٰۃ الرسول ص ۵ تا ص ۱۹ پر بیس تبصرے درج ہیں جن میں سے ۱۴ تبصرے اخبارات کے ہیں اور ۴ تبصرے غیر مقلدین کے۔ تبصرہ نگاروں نے ایک ہی اصول سامنے رکھا ہے جو آپ نے بازار میں چورن بیچنے والے سے سنا ہو گا، وہ چورن کی ایک پیسے کی پڑیا فروخت کرنے کے لئے پہلے مجمع سے کچھ جملے کستا ہے جس سے بچے اور کم عقل لوگ توجہ کرتے ہیں پھر وہ ساری بیماریاں گننا شروع کر دیتا ہے کہ میرا یہ چورن ساری بیماریوں کا علاج ہے اور بے عقل لوگ دھڑا دھڑ اسے خریدتے ہیں، پھر کسی کا گلا خراب ہو گیا کسی کو نزلہ ہو گیا کسی کو بخار مگر چورن ہے کہ پروپیگنڈے کے زور سے بک رہا ہے، دنیا میں کم عقلوں کی کمی نہیں بلکہ اسی طرح تبصرہ نگاروں نے صلوٰۃ الرسول نامی کتاب کو سارے دکھوں کی دوا اور ساری بلاؤں کی دافع البلاء اور ساری مشکلات کی مشکل کشا جاتا ہے مگر افسوس کہ صحیح بات کسی کے قلم پر بھول کر بھی نہیں آئی ہے اس کتاب کی حقیقت یہ ہے کہ :

۱۔ مسائل کے اعتبار سے اتنی ناقص کہ نماز کی مکمل شرائط۔ ارکان۔ واجبات۔ سنن مستحبات۔ مکروہات۔ مفسدات کا دسواں حصہ بھی کتاب میں مذکور نہیں۔ جب مسائل ہی پورے درج نہیں تو دلائل کا تو نمبر ہی بعد کا ہے۔

۲۔ بعض اختلافی مسائل کا ذکر کیا ہے مگر اکثر جگہ احادیث حنفیہ نقل کی ہیں بہت سی جگہ احادیث کے نقل میں کتر و بیونت سے بھی کام لیا گیا ہے جو لا دین لمن لا دیانة له کے بالکل

برعکس ہے۔

۳۔ جو احادیث نقل کی ہیں ان کے بظاہر معارض جو احادیث تھیں ان کا نام تک نہیں جو رسول اللہ ﷺ سے فریب اور فراڈ ہے کہ احادیث کا ایک پہلو لے لیا گیا اور دوسرا نظر انداز کر دیا گیا، مصنف کا یہ فعل لا ایمان لمن لا امانۃ لہ کی زد میں آتا ہے؟ مؤلف کا فرض تھا کہ دونوں پہلویان کر کے دونوں میں تطبیق۔یا ان کا صحیح یا ضعیف ہونا کسی غیر معصوم امتی کے اقوال کی بجائے صحیح صریح احادیث سے ثابت کرتا مگر اس نے نقل احادیث میں بہت بڑا دھوکا کیا اور مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنَّا کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

۴۔ مؤلف نے عوام احناف کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے فقہ اور دیگر کتب حنفیہ کے بعض حوالے بھی پیش کئے مگر مفتیٰ بہا اقوال کو چھوڑ کر شاذ۔ضعیف اور خلاف مذہب اقوال کا سہارا لے کر عوام کو مغالطہ دیا۔ جیسے منکرین حدیث متواتر سنت کے خلاف شاذ اور ضعیف روایات سے عوام کو دھوکے میں ڈالتے ہیں، یہی کام مصنف نے کیا حالانکہ آنحضرت ﷺ نے صراحۃً مغالطہ دہی سے منع فرمایا ہے۔

۵۔ اس کتاب کے اثرات ملک میں افتراق و انتشار کی صورت میں نمودار ہوئے، سطحی علم والے لوگ اس کو پڑھ کر سلف سے بدگمان ہونے لگے اور ظنوا المؤمنین خیرا کی مخالفت کر کے لوگوں میں سلف صالحین کے خلاف بدگمانیاں پھیلانے لگے اور عجب یہ ہوا کہ اس گناہ کا نام انہوں نے عمل بالحدیث رکھا۔

۶۔ جن لوگوں نے اس کتاب کا بار بار مطالعہ کیا وہ بدگمانی سے بڑھ کر بدزبانی پر اتر آئے اور لعن آخر هذہ الامۃ اولھا الحدیث کا نقشہ امت کے سامنے پھر گیا، اس کتاب کا کوئی مثبت فائدہ ہمارے مشاہدہ میں آج تک نہیں آیا۔

۷۔ لامذہب عموماً اس کتاب کو مفت تقسیم کرتے تھے لیکن اب جب کہ اس کے دھوکے جھوٹ سامنے آئے ہیں تو فوراً کہتے ہیں یہ ہماری کتاب نہیں ہم اس کو نہیں مانتے لیکن یہ بھی رافضیانہ تقیہ ہے کیونکہ جماعتی طور پر نہ اس کا رد شائع کرتے نہ بائیکاٹ کرتے ہیں۔

احادیث متعارضہ

جو احادیث بظاہر متعارض ہیں اور خود رسول اکرم ﷺ سے کوئی صراحت اس رفع تعارض کی موجود نہیں ایسی احادیث میں بنص حدیث (حدیث معاذ) ہم مجتہد کی طرف رجوع کرتے ہیں اور خیر القرون کے مجتہد نے جن احادیث کو راجح بتایا اور خیر القرون میں ان پر بلا نکیر عمل جاری رہا اور پھر ہزاروں محدثین اور فقہاء اور اولیاء اللہ اور لاکھوں کروڑوں عوام اہل اسلام نے ان پر عمل کیا ہم بھی ان پر عمل کرتے ہیں، لیکن حکیم صادق سیالکوٹی نے ان سینکڑوں احادیث کو اپنی کتاب میں نقل نہیں کیا اور ان کے مقابل ان احادیث کو چھانٹ چھانٹ کر نقل کیا جو خیر القرون میں متروک العمل رہیں' یہ عجیب الٹی کھوپڑی کی بات ہے کہ جن احادیث کو خیر القرون کے مجتہد نے راجح اور معمول بہا قرار دیا ہو اور ہزاروں محدثین فقہا اور اولیاء اللہ نے ان پر عمل کیا ہو ان پر عمل کرنے والوں کو حدیث کا مخالف کہا جائے اور جو حدیثیں حکیم صادق نقل کرے، نہ ان کی سند نقل کرے، نہ ان کی صحت ثابت کرے' اور نہ ان کے معارض احادیث میں تطبیق بیان کرے' ایسی احادیث پر عمل کرنے والوں کو عامل بالحدیث سمجھا جائے۔

ایسی احادیث میں تطبیق کے لئے حضرت امام اعظمؒ کی طرف رجوع تو دلیل شرعی سے ثابت ہے۔ کیونکہ جس مسئلہ میں کتاب و سنت میں صراحت نہ ملے اس میں اجتہاد کرنا مجتہد کا حدیث مشہور سے ثابت ہے اور سیدنا امام اعظمؒ کا مجتہد ہونا اجماع امت سے ثابت ہے۔ جب کہ صادق سیالکوٹی کا مجتہد ہونا کسی دلیل شرعی سے ہرگز ثابت نہیں۔ نہ ان میں مجتہد کی شرائط پائی جاتی ہیں اور نہ ہی ان میں فقیہ یا محدث کی شرائط موجود ہیں تو مسائل اجتہادیہ میں ان کا دخل دینا ایسا ہی ہے جیسے مریض ڈاکٹروں کے فیصلے کرنے بیٹھے، ملزم جسٹس صاحبان کے فیصلوں کی غلطیاں نکالے جو کردار مرزا قادیانی نے معاذ اللہ انبیاء کی غلطیاں تلاش کرنے میں ادا کیا یا جو کردار غلام پرویز نے محدثین کے خلاف ادا کیا وہی کردار صادق

سیالکوٹی نے مجتہدین کے خلاف ادا کیا، پرویز صاحب اور ان کے ہمنوا اس کردار کو کتنی ہی نیک نیتی پر محمول کریں اور کیسے ہی عظمت قرآن کے حسین عنوانوں سے بیان کریں مگر صادق سیالکوٹی صاحب اس کو دین دشمنی کے سوا کوئی اور نام دینے کو تیار نہیں بالکل اسی طرح صادق صاحب اور ان کے ان پڑھ حواری اس بات پر کتنے ہی مغرور ہوں کہ ہم نے ائمہ مجتہدین کی عظمت سے کھیل کر کوئی دین کی خدمت کی ہے تو ایسا ہی دھوکا ہے جیسا منکرین حدیث کو لگا ہوا ہے۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ ترک تقلید کے سبب جو دین بیزاری مسلمانوں میں پیدا ہوئی ہے دور تقلیدی میں اس کا کروڑواں حصہ بھی تلاش نہیں کیا جا سکتا۔

جناب صادق صاحب اور ان کی جماعت نے تقریر و تحریر کے ذریعہ سب سے بڑا کارنامہ یہ انجام دیا کہ سلف کے خلاف بدگمانی پھیلائی اور ایسے لوگ پیدا ہوئے جو سلف پر بدزبانی کر کے لعن آخر هذه الامة او لها کی صف میں کھڑے ہیں، اگر آپ کے لئے یہ کارنامہ باعث فخر ہے تو اس میدان میں بھی آپ پھڈی رہتے کیونکہ آپ صرف ائمہ مجتہدین پر بدزبانی کر کے میدان مار بیٹھے اور تیس مار خاں بن گئے مگر دوسروں نے آگے بڑھ کر صحابہ و اہل بیت کے خلاف زہر اگلا، اگر آپ اسی میدان میں نکلے تھے تو ہمت کرتے تاکہ کام بھی بڑا ہوتا اور نام بھی بڑا ہوتا' آپ کی کتاب کا نام پڑھ کر عام آدمی یہی سمجھے گا کہ صادق صاحب یا تو اپنے آپ کو رسول سمجھتے ہیں یا پھر ہر بات مشورہ رسول ﷺ اس کتاب میں درج کی ہے تو ذرا ان باتوں کی وضاحت فرمائیں۔ کہ کیا۔

۱۔ رسول اقدس ﷺ نے آپ کو حکم دیا تھا کہ ص ۳۱ پر جبرائیلؑ کی امامت نماز کی حدیث آدھی درج کرنا اور یہ بھی کسی کو نہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی عبد الرحمٰن بن الحارث ضعیف ہے (میزان الاعتدال ص ۵۵۴ ج ۲)

۲۔ اور ص ۳۶ پر حدیث کا ترجمہ کرتے وقت (عمداً اخیر وقت) اور مع قومہ جلسہ) کے الفاظ میری حدیث میں ملانا۔

۳۔ ص ۴۰ پر کوّے کی ٹھونگیں کے تحت عبدالرحمٰن بن شبل کی حدیث نقل کرنا مگر کسی کو یہ نہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی تمیم بن محمود ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں :فیه نظر (میزان الاعتدال ص ۳۶۰ ج ۱)اور یہ بھی نہ بتانا کہ اس میں لیث راوی بھی ضعیف ہے۔

۴۔ اور ص ۴۲ پر حدیث "جماعت کے ہوتے ہوئے نماز نہیں ہوتی" مسلم کے حوالہ سے نقل کرنا مگر یہ جملہ " قال حماد ثم لقیت عمروا فحدثنی و لم یرفعه" بالکل چھوڑ دینا (صحیح مسلم ص ۲۴۷ ج ۱)

۵۔ ص ۴۶ پر ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بهما کتاب الله و سنة رسوله (مؤطاامام مالکؒ کے حوالہ سے نقل کر دینا۔ مگر یہ نہ بتانا کہ یہ روایت امام مالکؒ نے کی اور اس میں کم از کم دو یا تین واسطے غائب ہیں اور سنت کا ترجمہ حدیث کرنا۔

۶۔ ص ۵۳ پر حدیث الا ما غلب علی ریحه و طعمه و لونه نقل کرنا مگر بلوغ المرام سے اس کا ضعیف ہونا بالکل نقل نہ کرنا اور نہ ہی یہ بتانا کہ اس کے راوی راشد بن سعد۔ رشدین بن سعد اور معاویہ بن صالح ضعیف ہیں اور ولو کا ترجمہ یا کر دینا۔

۷۔ ص ۷۳ پر کان رسول الله ﷺ یامرنی میں اگرچہ ماضی استمراری آجائے۔ مگر حائضہ سے مباشرت کو سنت مؤکدہ نہ کہنا اور دائمی عمل قرار نہ دینا۔ اسی طرح ص ۲۰۹ / ۲۱۰ / ۲۱۱ قرأت میں جو استمراری آجائے یا ص ۲۱۸ وغیرہ رکوع سجود کی دعاؤں میں جو ماضی استمراری آجائے۔ ان میں اس خاص دعا اور خاص سورت کو سنت مؤکدہ نہ کہنا لیکن جب یہ ماضی استمراری رفع یدین کی حدیث میں آجائے تو ص ۲۴۱ پر لکھ دینا کہ " کان یصلی استمرار کے لئے آتا ہے جس کے معنی ہیں کہ حضور ﷺ ہمیشہ کرتے تھے۔ کان یرفع کے الفاظ میں بھی استمرار یعنی ہمیشگی پائی جاتی ہے کہ حضور ﷺ ساری عمر رفع یدین کرتے رہے۔

۸۔ تلخیص کے حوالہ سے ص ۲۴۱ پر دوام رفع یدین کی جھوٹی حدیث لکھ دینا مگر اس میں گردن کے مسح کی احادیث کا کہیں ذکر نہ کرنا۔

۹۔ کیا یہ بھی رسول پاک ﷺ نے حکم دیا تھا کہ ص ۸۱ پر من غرفة واحدة والی روایت

نقل کر دینا مگر تلخیص اگر چہ تمہارے پاس ہے اس سے حدیث افرد المضمعہ من الاستشاق بالکل نقل نہ کرنا۔

۱۰۔ کیا یہ بھی حکم دیا تھا کہ ص ۱۰۴ پر جرابوں پر مسح کرنے کی حضرت بلال کی یہ حدیث طبرانی سے نقل کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ یہ حدیث مسلم' ترمذی' نسائی' ابن ماجہ' مسند احمد' ابو داؤد' مستدرک حاکم' اور ابن خزیمہ آٹھ کتابوں میں ہے مگر جوربین کا لفظ نہیں ہے اس لئے یہ روایت شاذ مردود ہے۔

۱۱۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ص ۱۰۴ پر جرابوں پر مسح کی حضرت مغیرہ بن شعبہ کی حدیث نقل کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث منکر ہے اس کو امام سفیان ثوری' امام عبدالرحمٰن بن مہدی' امام احمد بن حنبل' امام یحیٰ بن معین' امام علی ابن المدینی اور امام مسلمؒ نے ضعیف قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ صحیح حدیث میں جراب کا ذکر نہیں بلکہ موزہ کا ذکر ہے (السنن الکبری ص ۲۸۵' ۱۲)

۱۲۔ اور یہ بھی فرمایا تھا کہ ص ۱۰۴ پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے جرابوں پر مسح کی حدیث نقل کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ امام ابو داؤدؒ فرماتے ہیں لیس بالمتصل و لا بالقوی اور امام بیہقی فرماتے ہیں کہ عبدالرحمٰن کا سماع حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے ثابت نہیں اور عیسیٰ بن سنان ضعیف ہے اس سے حجت پکڑنا جائز نہیں۔ (السنن الکبری ص ۲۸۵ ج ۱)

۱۳۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر چہ جوربین کے ساتھ نعلین کا لفظ بھی مل جائے تم نعلین یعنی جوتیوں پر مسح نہ کرنا بلکہ لکھ دینا کہ ہمارے لئے جوتیوں پر مسح کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ (صلوۃ الرسول ص ۱۰۶)

۱۴۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک ہی حدیث میں نعلین کے لفظ کو صرف ایک امتی ابن قدامہ کے قول سے مقید کر لینا مگر اس حدیث کے لفظ جوربین کو قرآن پاک سنت متواترہ اور اجماع امت سے بھی مقید نہ کرنا۔ (صلوۃ الرسول ص ۱۰۵)

۱۵۔ کیا یہ بھی رسولِ اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۱۵ پر تیمم کا طریقہ ایک غیر صریح

حدیث سے نقل کرنا اور صریح احادیث التیمم ضربتان والا طریقہ جس کو خیر القرون کے مجتہد نے معمول بہ قرار دیا ہے اور ہزاروں محدثین، فقہاء اور اولیاء اللہ نے ان پر عمل کیا ان کو نقل نہ کرنا۔

۱۶۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں واجب کہوں مگر تم مطلب لائق تر اور مستحب کر لینا۔ (صلوٰۃالرسول ص ۱۱۷)

۱۷۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۴۵ پر ترمذی کی یہ حدیث حتی قمصہ اللّٰہ نقل کرنا مگر ساتھ ہی جو یہ لکھا ہے کہ قال غریب لیس اسنادہ بمتصل (ترمذی شریف، ص ۴۵) اس کو بالکل نقل نہ کرنا بلکہ کتمان حق کا ثواب حاصل کرنا۔

۱۸۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ ص ۱۳۶ پر ام فروہ کی روایت نقل کرنا مگر ترمذی کی یہ عبارت جو حدیث الصلوٰۃ لاول وقتها کے بارہ میں ہے قال ابو عیسی حدیث ام فروہ لا یروی الا من حدیث عبداللّٰہ بن عمرو العمری ولیس بالقوی عند اھل الحدیث و اضطربوا فی ھذا الحدیث (ترمذی ص ۵۲) بالکل نقل نہ کرنا ورنہ لوگوں پر یہ راز افشاء ہو جائے گا کہ اس یتیم مذہب کا سرمایہ ایسی ہی روایات ہیں۔

۱۹۔ کیا یہ بھی رسول اقدس نے فرمایا تھا کہ ص ۱۴۱ پر حضرت علی کی طرف منسوب حدیث لا تؤخرھا نقل کر دینا مگر یہ بالکل نہ بتانا کہ اس کی سند کے راوی سعید بن عبد کو امام ابو حاتم نے مجہول قرار دیا ہے (حاشیہ خلاصہ ص ۱۱۹) تاکہ اس مجہول مذہب پر پردہ پڑا رہے۔

۲۰۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۵۲ پر اذان کے بیان میں صرف حدیث انس رضی اللہ عنہ نقل کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ خیر القرون کے مجتہد نے اذان بلالی کو اس لئے ترجیح دی ہے کہ ان کی اذان کے بارہ میں کوئی اختلاف نہیں وہ بلا ترجیع ہے اور اقامت ابو محذورہ میں کوئی اختلاف نہیں وہ دوہری ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے بھی دوہری اقامت ہی متواتر ہے۔

۲۱۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگر جابر بن یزید جعفی راوی حدیث

قرأت خلف الامام اور قرأت کی کسی ایک آدھ سند میں آجائے تو ساری جماعت مل کر آسمان پر سر اٹھالیتا کہ اس سے بڑا جھوٹا راوی ماں نے نہیں جنا لیکن اگر آپ کو ضرورت پڑے تو خاموشی سے ص ۱۵۸ پر اذان سے بہشت کے تحت حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ نقل کر دیتا اور امام ترمذی کی یہ عبارت ماں کے دودھ کی طرح پی جاتا حدیث غریب جابر بن یزید الجعفی ترکہ یحی بن سعید و عبد الرحمن بن مهدی (ترمذی ص ۵۷)

۲۲۔ کیا یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۲۰۹ پر یہ حدیث نقل کر دیتا کہ عرفہ کے دن (ذی الحجہ کی نویں تاریخ) سے لے کر تیرہ تاریخ تک تکبیریں بلند آواز سے بکثرت پڑھتے رہیں (نمازوں کے بعد) مگر یہ نہ بتاتا کہ اس کی سند میں جابر بن یزید جعفی اور عمر بن شمر دو کذاب راوی ہیں۔ (دارقطنی) ورنہ سارا بھرم کھل جائے گا کہ اس مذہب کا مدار کیسے کذابوں پر ہے۔

۲۴۔ کیا یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ جمعہ کے غسل کا میں حکم دوں اذا جاء احدکم الجمعة فلیغتسل (صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۶) بلکہ غسل الجمعہ واجب بھی کہہ دوں (صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۷) مگر تم یہی کہنا کہ غسل لازمی نہیں کہ تارک گنہگار ہو۔ صلوٰۃ الرسول ص ۱۱۷) تحیۃ المسجد کا میں حکم دے دوں اذا دخل احدکم المسجد فلیصل رکعتین قبل ان یجلس (صلوٰۃ الرسول ص ۱۷۰) مگر تم نفل تحیۃ المسجد ہی کہنا (صلوٰۃ الرسول ص ۱۷۰) مگر اس کے برعکس ص ۲۰۴ پر من قرأ خلف الامام فلیقرأ بفاتحة الکتاب والی ضعیف حدیث جس کو ذہبی نے منکر کہا ہے (فیض القدیر شرح جامع الصغیر ص ۱۷۰ ج ۶) اس کے الفاظ بھی بدل کر من صلّٰی کر دینا۔ ضعف بھی نہ بتانا اور فرضیت بھی کشید کر لینا۔

۲۵۔ کیا یہ بھی فرمان رسول تھا کہ ص ۱۶۸ پر تکبیر کا حق کے تحت حدیث درج کر دینا مگر یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی محمد بن عمرو کس قدر ضعیف ہے۔

۲۶۔ کیا یہ بھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۸۲ پر گیارہ صحابیوں کی شہادت نقل کر دینا مگر ان صحابہ کے نام بالکل بیان نہ کرنا کیونکہ امام جماعت غرباء اہلحدیث نے شرح

بخاری میں جو نام بیان کئے ہیں ان سے بات بہت بگڑ گئی ہے کیونکہ اس مجلس کا مشاہدہ کرنے والا راوی محمد بن عمرو بن عطاء ۱۴۰ھ میں پیدا ہوا جب کہ شرکائے مجلس میں سے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ۱۴۳ھ میں حضرت ابو قتادہ اور حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہما ۳۸ھ میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ ۳۷ھ میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ۳۴ھ میں اور ابو اسید ۳۰ھ میں انتقال فرما چکے تھے تو اس نے مردہ کانفرنس کا مشاہدہ کیسے کر لیا۔

۲۷۔ ص ۱۸۸ پر سینے پر ہاتھ کا عنوان دیا ہے اور حدیث وائل نقل کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ حضرت وائلؓ کی حدیث مسلم 'ابو داؤد' نسائی 'ابن مسند احمد' بیہقی 'اسماعیل طیالسی میں بھی ہے مگر کسی کتاب میں علیٰ صدرہ کے الفاظ نہیں، ابن خزیمہ میں مؤمل بن اسماعیل نے جس کو امام بخاری منکر الحدیث فرماتے ہیں ذکر کیا ہے لہٰذا یہ حدیث ہرگز صحیح نہیں۔

۲۸۔ پھر اسی ص ۱۸۸ پر طاؤس کی مرسل حدیث بیان کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ مرسل ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی سند میں سلیمان بن موسیٰ راوی بھی ضعیف ہے ورنہ لوگ سمجھ لیں گے۔ شعر

آنکہ شراں راکنند روباہ مزاج

احتیاج است احتیاج است احتیاج

۲۹۔ کیا رسول اقدس ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ص ۱۸۸ پر تو مراسیل ابی داؤد کی روایت قبول کر لینا خواہ کتنی ہی ضعیف کیوں نہ ہو مگر اسی مراسیل ابی داؤد میں جب دو حدیثیں مرد اور عورت کے سجدہ کا فرق بیان کریں تو ان حدیثوں کا انکار کر دینا بلکہ پوری ڈھٹائی سے لکھ دینا" یہ حکم لگانا کہ عورتیں سجدہ کرتے وقت کوئی اور ہیئت اختیار کریں اور مرد کوئی اور۔ یہ مداخلت فی الدین ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۱)

ے قیام حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی

کرے ہے حضور بلبل بستان نوا سنجی

۳۰۔ اور کیا یہ بھی حضور ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ ص ۱۸۸ پر ہلبؓ کی روایت نقل کرنا مگر

نہ تو یہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی سماک بن حرب ہے جو ضعیف ہے اور نہ ہی یہ بتانا کہ یہ حدیث ترمذی۔ ابن ماجہ اور دارقطنی میں ہے مگر کسی میں علی صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۳۱۔ اور کیا یہ بھی حضور ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ اس حدیث میں ھذہ کا ترجمہ ہاتھ کر دینا اور یہ بھی نہ بتانا کہ اس حدیث میں علیٰ صدرہ سہو کاتب ہے کیونکہ کنز العمال، مجمع الزوائد۔ جمع الجوامع میں مسند احمد کی احادیث لی گئی ہیں مگر کسی میں بھی علیٰ صدرہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

۳۲۔ ص ۱۸۸ پر طبرانی کے حوالہ سے حضرت وائلؓ کی ایک حدیث نقل کی ہے مگر یہ نہیں بتایا کہ اس کی سند میں محمد بن حجر اور سعید بن عبد الجبار دونوں راوی ضعیف ہیں۔

۳۳۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ اپنی کتاب ساقی کوثر ص ۳۳ پر تو سورۃ الکوثر کی آیت فصل لربك وانحر کا مطلب یہ بتانا کہ نماز پڑھئے اور قربانی کیجئے یعنی قربانی نماز کے بعد کرنا اسی دن یا دوسرے دن یا تیسرے دن مگر صلوٰۃ الرسول ص ۱۸۹ پر یہ مطلب لینا کہ نماز کے اندر سینے پر ہاتھ باندھنا۔

۳۴۔ اور کیا یہ بھی حضور ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ اس تحریک کی نسبت حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی طرف کر دینا اور یہ بالکل نہ بتانا کہ اس کی سند میں روح بن المسیب راوی ہے جو جھوٹی احادیث بنایا کرتا تھا اس نے یہ جھوٹ گھڑ کے حضرت ابن عباس کے ذمہ اور پھر قرآن کے ذمہ لگا دیا ہے۔

۳۵۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ ان متروک احادیث کی سند قوی صحیح کہتے جانا اور اگرچہ ان متروک حدیثوں میں بھی سنت کا لفظ نہیں مگر تم بار بار سنت کے لفظ کی گردان کرتے جانا اور حضرت علیؓ کی حدیث "من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة" جس میں سنت کا صریح لفظ موجود ہے اس کو بالکل بیان نہ کرنا لوگ صلوٰۃ الرسول کے نام سے خود دھوکا کھا جائیں گے۔

۳۶۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول ہی رکھنا مگر اقوال سید عبدالقادر جیلانی کے نقل کرتے جانا اور اس میں تحریف معنوی بھی کرتے جانا۔

۳۷۔ اگر کوئی امام بسم اللہ پکار کر پڑھے تو انکار نہ کریں (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۴ حالانکہ صحابی رسول ﷺ عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کو بدعت فرمایا اس بدعت سے بغض رکھنا صحابہ کا شعار قرار دیا)(ترمذی ص ۶۲) اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس کو جنگلیوں کا فعل قرار دیا (طحاوی شرح معانی الآثار)

۳۸۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابن ماجہ سے اونچی آمین کی حدیث نقل کرنا اور اس کا پہلا فقرہ "ترك الناس التامين" چھوڑ دینا اور یہ نہ بتانا کہ اس کی سند کا راوی بشر بن رافع نہایت ضعیف ہے اور ابن عم ابی ہریرہ مجہول ہے۔ (صلوٰۃ الرسول ص ۱۹۶)

۳۹۔ کہ ص ۱۹۶ پر حضرت علیؓ کی روایت جس کی سند میں محمد بن ابی یعلی اور حجیۃ بن عدی ضعیف ہیں وہ نقل کر لینا مگر طحاوی سے یہ روایت کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ آمین آہستہ کہا کرتے تھے نقل نہ کرنا۔

۴۰۔ کیا یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا حکم تھا کہ لونچی آمین کے لئے ام الحصین کی حدیث نقل کر لینا جس کی سند میں ہارون الاعور شیعہ، اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف اور ابن ام الحصین مجہول ہے مگر آہستہ آمین کی صحیح الاسناد حدیث مسند احمد اور مستدرک حاکم والی بالکل نقل نہ کرنا جس کے موافق خلفائے راشدین کا عمل ہے۔

۴۱۔ کیا یہ بھی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ ص ۱۹۷ پر امن ابن زبیر والی روایت بخاری ص ۱۰۴ سے نقل کر دینا مگر اس کا پہلا جملہ قال عطاء آمین دعا نقل نہ کرنا ورنہ آمین کے دعا ثابت ہونے کے بعد ادعوا ربکم تضرعاً وخفیہ کے موافق آمین آہستہ کہنا ثابت ہو جائے گا۔

۴۲۔ کہ ص ۱۹۷ پر حضرت عطاء کا بخاری میں درج قول تو چھوڑ دینا مگر اس صفحہ پر امام اعظمؒ کے استاد کی شہادت کے تحت امام اعظمؒ کا یہ ارشاد گرامی بھی نقل کر دینا کہ ما رأیت مثله میں نے ان جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا تاکہ پڑھنے والے اس دھوکے میں پڑ جائیں کہ شاید دو سو صحابہ والی بات امام اعظمؒ نے حضرت عطاء سے روایت کی ہے حالانکہ اس کی سند کے

بعض راویوں کی تحقیق بھی نہیں اور عطاء کا شاگرد خالد بن ابی نوف بھی معیاری ثقہ نہیں ہے۔

۴۳۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگرچہ میں نے جھوٹ کو منافق کی علامت قرار دے رکھا ہے اور دھوکے کے بارے میں من غش فلیس منا فرمادیا ہے مگر تمہیں صلوٰۃالرسول میں اس جھوٹ اور دھوکے کی اجازت ہے کہ مسجد نبوی چودہ سو سال سے آمین کی آواز سے گونج رہی ہے حالانکہ پورے تئیس سالہ دور نبوت میں کسی ایک روایت صحیح میں بھی مسجد نبوی کا گونجنا ثابت نہیں، پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں ایک دفعہ بھی مسجد نبوی کا آمین سے گونجنا ثابت نہیں' عہد صحابہ کے بارے میں ابوہریرہؓ ترك الناس التامین فرمارہے ہیں تو گونج کیسی ؟اس ضعیف روایت میں حجاج بن یوسف کے دور کے ایک واقعہ کا ذکر ہے پھر ۷۰ اھ سے لے کر ۱۳۶۶ ھ تک مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خدمت 'امامت و خطابت احناف کو حاصل رہی وہاں گونج کیسی اور اب بھی حنبلی مقلدین امام وخطیب ہیں اور تمام حاجیوں میں دو فیصد بھی اونچی آمین والے نہیں ہوتے، اس ایک ضعیف واقعہ کو چودہ سو سال تک پھیلانا جھوٹ اور دھوکے کی انتہاء ہے جس کی اجازت خاص آپ کو ہے۔

۴۴۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی آپ کو حکم دیا تھا کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ میری امت کو خیر الامم فرمائیں مگر تم میری جو خیر الامم ہے اس کے بہترین طبقہ کو جو نماز کا پابند ہے جماعت کا پابند ہے جس میں سید بھی ہیں محدث بھی ہیں فقہاء بھی ہیں اولیاء اللہ بھی ہیں ان سب کو یہودی ثابت کر دینا اور میری اس بہترین امت کو یہودی ثابت کرنے کے لئے اگر میری حدیث میں آمین کے ساتھ اونچی کا لفظ نہ بھی ہو تو اپنی طرف سے ترجمہ میں اضافہ کر لینا اور اس حدیث کو میرے چچازاد بھائی عبداللہ بن عباسؓ کے نام سے لکھ دینا مگر یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی طلحہ بن عمرو ہے جس کو محدثین متروك ليس بشئ فرماتے ہیں (میزان الاعتدال ص ۴،۳۴۰ ج ۲) اگرچہ احناف نے یہودیوں کو مسلمان کیا تھا مگر تم مسلمانوں کو یہودی بنانا۔

۴۶۔ پورے تئیس سالہ دور نبوت میں کسی صحیح حدیث میں صحابہ کا آپ کی اقتداء میں اونچی آمین کہنا ثابت نہیں تو کیا معاذ اللہ اس دور میں مکہ۔ مدینہ پر خاص مسجد نبوی اور مسجد حرام

میں یہودی ہی مسلط تھے۔

۴۷۔ پورے تیس سالہ دور خلافت راشدہ میں تمام اسلامی دنیا میں ایک مرتبہ بھی اونچی آمین کہنا ثابت نہیں، کیا معاذ اللہ اس دور کو یہودی خلافت سے تعبیر کرو گے یا صرف ایک صحیح سند سے اس دور میں آمین بالجہر ثابت کردو۔

۴۸۔ ۷۰ھ سے ۱۳۲۶ھ تک احناف خادم حرمین رہے ہیں کیا اتنا عرصہ حرمین شریفین یہودیوں کے قبضہ میں رہا۔

۴۹۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اگرچہ نہ آمین بالجہر کی حدیثوں کو صحیح ثابت کر سکو نہ ان میں لفظ سنت دکھا سکو، نہ مواظبت ثابت کر سکو مگر ص ۱۹۹ پر سنت سنت کی گردان بار بار کردینا تاکہ کچھ لوگ اس کو سنت مؤکدہ سمجھ کر آہستہ آمین والوں کو مخالف سنت اور یہودی سمجھنا شروع کردیں۔

۵۰۔ اگرچہ کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول ہے مگر رسول ﷺ سے آہستہ آمین کی صحیح حدیث بالکل نقل نہ کرنا البتہ پیران پیر کا فتویٰ اپنی من مانی تاویلوں سے ضرور نقل کردینا اور یہ بات نہ بتانا کہ وہ مقلد ہیں اور اپنے امام کی تقلید میں یہ باتیں لکھ رہے ہیں۔

۵۱۔ جب کہ بظاہر آمین کے اونچی یا آہستہ کہنے کی احادیث میں تعارض ہے اور رفع تعارض صراحۃً احادیث میں نہیں آیا تو کیوں نہ حضور ﷺ کے اس فرمان کو مان لیا جائے کہ ان احادیث کو قبول کرو جو قرآن کے موافق ہونے کی وجہ سے راجح ہیں۔

۵۲۔ نیز حضرت وائلؓ جن سے آہستہ اور اونچی آمین کی حدیث ہے ان کی حدیث میں خود آگیا ہے ما اراہ الا لیعلمنا (کتاب الاسماء والکنی للدولابی ۱۹۶/۱) اس لئے جب بچوں کو نماز کی تعلیم دی جاتی ہے ایک بچہ ساری نماز مع آمین کے اونچی کہلاتا ہے باقی سب بھی ساری نماز مع آمین کے اونچی کہتے ہیں جب نماز فرض ہو جائے تو ساری عمر عمل آہستہ آمین والی حدیثوں پر ہوتا ہے۔

۵۳۔ خود صلوٰۃ الرسول ص ۵۰، ۵۱ پر ہے کہ اختلاف کی صورت میں سنت خلفائے

راشدین کو دیکھو تو خلافت راشدہ میں بلند آواز سے آمین کہنا ہر گز ثابت نہیں آہستہ آمین کی روایت ہے جو طحاوی شرح معانی الآثار ص ۱۴۰ج ا پر موجود ہے تو دور خلافت راشدہ میں بھی آمین بالجہر پر عمل نہیں رہا اور یہ متروک رہی۔

۵۴۔ ص ۲۰۰ پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ لکھا ہے اس کے لئے حدیث لا صلوٰۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب نقل کی ہے کیا رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ اس کے ترجمہ میں مقتدی کا لفظ داخل کر دینا اگرچہ حضرت جابر بن عبداللہ میری حدیث من صلی رکعۃ لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصل الا وراء الامام (طحاوی ص ۱۴۹ج ۱) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص نماز پڑھے اور اس میں فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز کامل نہیں ہاں مگر مقتدی (نہ پڑھے) میں اگرچہ مقتدی کو خارج کرے مگر تم ضرور مقتدی کو داخل کرنا۔

۵۵۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ میرے صحابی حضرت جابرؓ بتاتے رہیں کہ الا وراء الامام (موطا۔ ترمذی) مگر تم نہ سننا۔ صحابہ کا شاگرد سفیان بن عینیہ محدثِ حرم کہتا رہے ھذا لمن یصلی وحدہ، (ابوداؤد)

یہ حدیث اکیلے کے لئے ہے مگر تم ادھر دیکھنا بھی نہ اور تبع تابعی امام احمد بن حنبلؒ بتاتے رہیں کہ اذا کان وحدہ' (ترمذی) کہ یہ اکیلے نمازی کے لئے ہے مگر تم سنی ان سنی کر دینا۔ پورے خیر القرون کی مخالفت سر لینا مگر حنفیوں کو بے نماز کہنا۔

۵۶۔ اور کیا رسول اقدس ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ بخاری سے یہ حدیث تو نقل کر دینا جس میں جماعت کا ذکر ہی نہیں مگر اسی بخاری ص ۱۰۸ج ا پر جس حدیث میں ہے کہ نماز باجماعت میں حضرت ابو ہریرہؓ رکوع میں شریک ہوئے (ظاہر ہے کہ انہوں نے خود سورت فاتحہ پڑھی نہ امام کی سورت فاتحہ سنی) مگر حضور ﷺ نے نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا۔ اس حدیث کا نام بھی نہ لینا۔

۵۷۔ رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہے " لا جمعۃ الا بخطبۃ " خطبہ کے بغیر جمعہ نہیں ہوتا مگر خطیب کا پڑھا ہوا خطبہ سب کی طرف سے ادا ہو جاتا ہے خواہ کوئی خطیب کی آواز سنے یا

نہ سنے اور اگر چہ جماعت میں ہی آکر شریک ہوا ہو۔ اسی طرح نماز باجماعت میں امام جو فاتحہ وسورت پڑھتا ہے وہ سب کی طرف سے ہو جاتی ہے خواہ امام کی آواز سنائی دے یا نہ دے یا مقتدی رکوع میں آکر شامل ہوا ہو سب کی طرف سے ادا ہو جاتی ہے۔

۵۸۔ پھر ص ۲۰۰ پر مقتدیوں کو الحمد شریف پڑھنے کا حکم کے تحت حضرت عبادہ بن صامت کی مفصل حدیث لکھی ہے کیا رسول پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ نہ بتانا کہ اس کا راوی محمد بن اسحاق مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔ (نیل الاوطار ص ۲۳۴ ج ۱، دلیل الطالب ص ۲۳۹) فتاویٰ علماء حدیث پر اس کو خود علماء حدیث نے ضعیف لکھا ہے نیز اس کی سند میں مکحول بھی مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے اور مبارک پوری صاحب فرماتے ہیں مدلس کا عنعنہ مقبول نہیں (ابکار المنن ص ۲۲۵)

۵۹۔ اور کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ ابو داؤد میں اس کے بعد جو حدیث منازعت ہے اس کو نقل نہ کرنا جس میں حضور ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے والوں کو ڈانٹا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث منسوخ ہے۔

۶۰۔ ترمذی میں بھی اس حدیث کی سند میں وہی محمد بن اسحاق اور مکحول ہیں اور ترمذی میں بھی اس کے بعد حدیث منازعت ہے اور قول جابرؓ بھی ہے جو صادق صاحب نے نقل نہیں کی یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے کوئی رافضی متعہ والی حدیث نقل کر دے اور منع والی نہ کرے۔

۶۱۔ نسائی میں یہ آخری جملہ موجود ہی نہیں فانہ لا صلوۃ لمن لم یقرأ بھا پھر نسائی کی سند میں نافع بن محمود مجہول ہے اور اس کی یہ حدیث معلول ہے (میزان اعتدال ص ۷ ۲۶ ج ۳) اور اس کے متصل ہی باب تاویل قولہ تعالیٰ و اذا قری القرآن فاستمعوا لہ و انصتوا لعلکم ترحمون ہے اور اس کی تفسیر میں حدیث واذا قرأ فانصتوا ہے جس سے ثابت ہوا کہ پہلے لوگ امام کے پیچھے فاتحہ پڑھتے تھے پھر یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمادیا کہ نماز باجماعت میں جب امام قرآن پڑھے تو اے مقتدیو! تم خاموش رہو، یہی خدا کا فرمان ہے، یہی رسول کا اعلان ہے، اب آپ کا آیت سے پہلے زمانے کی حدیث کو نقل کرنا اور بعد میں جو آیت

نازل ہوئی اور حضور ﷺ نے جو اعلان فرمایا اس کو نقل نہ کرنا یہ ایسا ہی فریب ہے جیسے کوئی یہودی حدیث کی کتابوں سے یہ حدیث تو نقل کر دے کہ آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے مگر یہ نہ بتائے کہ اس کے بعد آیت نازل ہوئی کہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو اور رسول اقدس ﷺ نے بھی یہی فرمادیا۔ اب کوئی پہلے دور کی احادیث سناتا رہے اور بعد والی نہ سنائے۔ دھوکا آپ نے نسائی کے ساتھ کیا ہے پھر ابو داؤد کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے وہ نامکمل ہی نقل کی ہے اور اس کا راوی بھی نافع بن محمود ہے۔

۶۲۔ ص ۲۰۲ پر یہ سرخی جمائی ہے "امام کے پیچھے سورت فاتحہ پڑھنا لازمی ہے" اور حدیث خداج و قول ابی ہریرۃؓ پیش کیا ہے کیا رسول پاک ﷺ نے فرمایا تھا کہ حضرت ابو ہریرۃؓ کا موقوف قول نقل کر دینا مگر ابو ہریرۃؓ جو میری مرفوع حدیث بیان فرمائیں اس کا ذکر نہ کرنا یہ مکمل حدیث اس طرح ہے "حضرت ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر وہ نماز جس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی جائے وہ نماز ناقص ہوتی ہے مگر ہاں وہ نماز اس سے مستثنٰی ہے جو امام کے پیچھے پڑھی جائے۔ (کتاب القراۃ ص ۷۱) نیز فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جس نماز میں امام جہر سے قرأت کرے تو کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ امام کے ساتھ قرأت کرے (کتاب القراۃ ص ۱۲۲) نیز ابو ہریرۃؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ امام اس لئے مقرر کیا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے سو جب وہ اللہ اکبر کہے تم بھی اللہ اکبر کہو جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو اور جب غیر المغضوب علیھم و لا الضالین پڑھے تم آمین کہو الحدیث ابن ماجہ ص ۶۱، نیز فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے امام کے پیچھے قرأت کرنے والے مقتدی کو ڈانٹا اور فرمایا اقول مالی انازع القرآن (موطا امام مالک ص ۲۹) ان صحیح صریح احادیث کو پس پشت ڈال دینا مومن کی شان نہیں۔ آپ نے ان صحیح حدیثوں کو چھوڑ کر حضرت ابو ہریرۃؓ کا قول پیش کیا ہے۔ نبی ﷺ کو چھوڑ دیا ہے۔

۶۳۔ ص پر حضرت انسؓ کی حدیث پیش کی ہے اس کے ترجمہ میں لکھا ہے "سورت فاتحہ

پڑھا کرو" یہ کس لفظ کا ترجمہ ہے۔ مسند احمد ص ۸۱ / ج ۵ میں صاف ان شاء کا لفظ ہے کہ اگر چاہو تو پڑھ لو۔ لیکن آپ نے "ضرور پڑھا کرو" خود ملالیا۔ پھر یہ حدیث اگر صحیح بھی ہو تو آیت سے پہلے کا واقعہ ہے پھر آیت نے قرأت سے روک دیا اور حضرت انسؓ نے وہ حدیث بھی روایت فرمائی چنانچہ فرماتے ہیں ان النبی ﷺ قال اذا قرأ الامام فانصتوا (کتاب القرأۃ ص ۹۲) کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب امام قرأت کرے تم خاموش رہو" اور ہر شخص جانتا ہے کہ امام جب قرأت کرتا ہے تو فاتحہ اور سورت دونوں پڑھتا ہے تو مقتدی بھی دونوں میں خاموش رہے گا۔ کیا آپ کو رسول اقدس ﷺ نے اس فریب کی اجازت دی تھی کہ ایسے فریب کرنا اور کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول رکھ دینا۔

۶۴۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ صاحب ہدایہ اور شیخ جیلانیؒ کے اقوال پوری خیانت اور بددیانتی سے نقل کرنا اور پھر بھی کتاب کا نام صلوٰۃ الرسول رکھ دینا۔

یہ مسلّمہ اصول ہے کہ اگر نبی معصوم اور امتی کے کلام میں بظاہر تعارض ہو تو امتی کی بات میں تاویل کر کے اسے نبی کے پیچھے لگایا جائے گا نہ کہ نبی کو امتی کے پیچھے کھڑا کیا جائے گا یہاں خدا کے قرآن نبی کی احادیث اور حضرت ابو ہریرہؓ کے کلام میں بظاہر تعارض نظر آرہا ہے اب خدا اور رسول کو چھوڑا جائے گا یا حضرت ابو ہریرہؓ کی بات کا ایسا مطلب لیا جائے گا جو خدا اور رسول سے نہ ٹکرائے، غیر مقلدین یہاں خدا اور رسول کو چھوڑ جاتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ کا یہ ارشاد خدا اور رسول کے ہرگز خلاف نہیں اس بات کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک مثال عرض کرتا ہوں۔

اسلامی احکام آہستہ آہستہ نازل ہوئے ہیں پہلے لوگ اپنے ملکی رواج کے مطابق شراب پی لیا کرتے تھے اسلام نے اس سے یکدم منع نہیں فرمایا۔ پہلے صرف اتنا فرمایا کہ شراب اور جوئے میں لوگوں کو مفاد ہے مگر ان کا گناہ نفع سے زائد ہے، کچھ عرصہ کے بعد دوسرا حکم آیا "لا تقربوا الصلوٰۃ و انتم سکاری" اور صرف اوقات نماز میں شراب پینے کی ممانعت ہوئی پھر کچھ عرصہ بعد اس کی حرمت کا قطعی حکم نازل ہو گیا جو اب تک قائم ہے اب اس آخری

آیت سے پہلے کے شراب پینے کے واقعات احادیث سے دکھا کر شراب پینے کو جائز ثابت کرنا ایک خالص فریب ہے آخری حکم پر ہی عمل جاری ہوا اور رہے گا۔

بالکل اسی طرح مسئلہ قرأۃ خلف الامام میں ہوا، حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل جب نماز باجماعت پڑھتے تو امام کے پیچھے قرأت کرتے تھے، ابتدائے اسلام میں مسلمان اسی طریقہ پر عمل کرتے رہے پھر اللہ تعالیٰ نے آیت و اذا قری٫ القرآن نازل فرمادی، تو اب امام قرأۃ کرتا رہا اور مقتدی خاموش ہو گئے۔ (تفسیر الدر المنثور ص ۱۵۶ ج ۳) چنانچہ جو احادیث قرأۃ کرنے کی ہیں وہ آیت سے پہلے کی ہیں جیسے نماز میں باتیں کرنے کی حدیثیں آیت قوموا للہ قانتین سے پہلے کی ہیں اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی احادیث آیت فول وجھك شطر المسجد الحرام سے پہلے کی ہیں چنانچہ آیت و اذا قری٫ القرآن کے نازل ہونے کے بعد سب صحابی امام کے پیچھے فاتحہ اور سورۃ پڑھنے سے رک گئے اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہ رہا، خلافت راشدہ کے بعد بعض ایسے حاکم بنے جیسے لمن زیاد انہوں نے ایک نئی بدعت کا آغاز کیا کہ وہ خود جماعت کراتے اور سری نمازوں میں امام بن کر بھی فاتحہ اور سورۃ نہ پڑھتے (مصنف عبدالرزاق ص ۱۴۴ ج ۲) تو ایسے اماموں کے پیچھے صحابہ خود قرأت کر لیتے یہاں بھی یہی حالت ہوئی کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے جب حدیث سنائی تو ابو سائب نے سوال پوچھا انا نکون احیاناً وراء الامام ہم کبھی کبھار اس امام کے پیچھے ہوتے ہیں ظاہر ہے کہ صحابہ تابعین نماز باجماعت کے پابند تھے البتہ کبھی کبھار ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا پڑتی تھی تو ابو سائب نے اشارۃً ایسے امام کا مسئلہ پوچھا فغمز ذراعی تو حضرت ابو ہریرہؓ نے اس کا ہاتھ دبا کر ایسے امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کی اجازت دے دی ورنہ حضرت ابو ہریرہؓ صحیح صریح احادیث کے خلاف فتویٰ کیسے دے سکتے تھے۔

۶۵۔ ص ۲۲۹ پر رفع الیدین کا عنوان باندھا ہے مگر مسئلہ کی ذرہ بھر وضاحت نہیں فرمائی ہے مسئلہ کی حقیقت سنئے۔

(۱) تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سب کرتے ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں کیونکہ

اس بارہ میں احادیث میں کوئی اختلاف نہیں پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرنے کی احادیث موجود ہیں مگر چھوڑنے کی ایک بھی حدیث نہیں، معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے یہ رفع یدین کرنے کے بعد نہیں چھوڑی اس لئے ہم نے بھی نہیں چھوڑی۔

(ب) ہر رکعت میں دو سجدہ ہوتے ہیں سجدوں میں جاتے اور سجدوں سے سر اٹھاتے وقت آنحضرت ﷺ کا رفع یدین فرمانا ابو داؤد میں حضرت وائل بن حجرؓ، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں ثابت ہے، نسائی میں حضرت مالک بن الحویرث ؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں اور ابن ماجہ میں حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عمیر بن حبیبؓ کی احادیث سے ثابت ہے، مشکل الآثار طحاوی میں حضرت ابن عمرؓ اور ابن ابی شیبہ میں حضرت انسؓ سے ثابت ہے اور مسند احمد میں حضرت جابرؓ سے ثابت ہے اتنی احادیث میں یہ رفع یدین ثابت ہے جن میں ماضی استمراری بھی ہے متأخر الاسلام صحابہ کی روایات بھی ہیں مگر ایک یا دو حدیثوں میں اس رفع یدین کے چھوڑنے کا ذکر مل گیا اس لئے ہم نے بھی ان جگہوں میں رفع یدین چھوڑ دی اور غیر مقلدین نے بھی چھوڑ دی نہ صادق صاحب کو یہاں رفع یدین سے چڑ کا عنوان یاد آیا نہ سنت سے نفرت کا لفظ یاد آیا نہ ماضی استمراری کا قاعدہ یاد رہا۔

۶۶۔ کیا رسول اقدس ﷺ نے آپ کو کہا تھا کہ سجدہ میں رفع یدین کرنے کی احادیث ضعیف ہیں اس لئے ان کو کتاب میں بالکل ذکر نہ کرنا اور عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث میں کان لا یفعل ذالک فی السجود کا جملہ بیان کرنے میں اگرچہ سالم منفرد ہو، باقی آٹھ شاگرد اس کو روایت نہ کریں پھر بھی لے لینا۔

۶۷۔ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے کا ثبوت اگر پہلی تکبیر کے رفع یدین کی طرح مل جاتا کہ کرنے کا ثبوت تو ہوتا اور چھوڑنے کی کوئی حدیث نہ ہوتی تو احناف کو ضد نہیں کرنی چاہیے تھی اور اگر کرنے کے بعد چھوڑنے کا ثبوت مل جاتا تو آپ کو ضد نہ کرنی چاہیے تھی مگر یہاں آپ نے حق پوشی سے کام لیا۔

۶۸۔ کیا یہ حکم آپ کو رسول اقدس ﷺ نے دیا تھا کہ رفع یدین کی ان احادیث کو تو ذکر کر دینا جن پر نہ مکہ میں عمل جاری رہا عہد صحابہ و تابعین میں (ابو داؤد میمون مکی ا-۵۱۱) نہ مدینہ میں عمل جاری رہا خیر القرون میں (المدونہ قول امام مالک) نہ کوفہ میں عمل جاری رہا عہد صحابہ تابعین وتبع تابعین میں (موطا امام محمد فرمان ابراہیم نخعی) اور ترک رفع یدین کی احادیث کا بالکل ذکر نہ کرنا جن کے موافق خیر القرون میں مکہ ، مدینہ ، کوفہ اور اسلامی دنیا میں بلا نکیر عمل جاری رہا خیر القرون کے مجتہد اعظم نے جن کو موافق عمل ہونے کی وجہ سے راجح قرار دیا اور ہزاروں محدثین فقہاء اولیاء اللہ اور کروڑوں عوام ان پر عمل کرتے رہے۔

۶۹۔ ص ۲۳۱ پر جو حدیث ابن عمرؓ نقل کی اسکے مرفوع موقوف ہونے میں اختلاف ہے اسے خود بخاری نے بھی طریق نافع کے بعد یہ الفاظ لکھے ہیں رواہ ابن طہمان عن ایوب و موسیٰ بن عتبہ مختصراً (بخاری ص ۱۰۲) مگر یہ عبارت آپ نے نقل نہ کی اور حدیث لا دین لمن لا دیانة له کا ذرہ بھر خیال نہ کیا۔

۷۰۔ ص ۲۳۲ پر حضرت وائلؓ کی حدیث ابو داؤد کے حوالہ سے نقل کی مگر یہاں بھی دو خیانتیں کیں ، نہ تو یہ بتایا کہ وائلؓ کی حدیث میں سجدوں کے وقت رفع یدین کا بھی ذکر ہے اور نہ یہ ہی بتایا کہ ابو داؤد میں حضرت وائلؓ کے دوبارہ آنے کا جہاں ذکر ہے وہاں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کا ذکر ہے اور بس تاکہ مسئلہ صاف ہو جاتا ، لا ایمان لمن لا امانة له کا آپ نے ذرہ بھر پاس نہیں کیا۔

۷۱۔ آنحضرت ﷺ سے متواتر احادیث میں ثابت ہے کہ میری طرف جھوٹی حدیث منسوب نہ کرنا مگر کیا آپ کو آنحضرت ﷺ نے یہ اجازت دے دی تھی کہ رسول اللہ وفات تک رفع یدین کرتے رہے کا عنوان ص ۲۳۲ پر قائم کر کے نیچے جھوٹی حدیث درج کر دینا جس کی سند کے تین راوی جعفر بن محمد بن نصر ، عبداللہ بن احمد الدمجی اور الحسن بن حماد الرقی ایسے ہیں جن کی نہ عدالت ثابت نہ اصحاب صحاح ستہ میں سے کسی نے ان سے روایت لی ہے ایک راوی رافضی خبیث ہے دو راوی عبدالرحمٰن بن قریش اور عصمۃ بن محمد انصاری جھوٹی

احادیث بنانے والے ہیں کیا ترک رفع یدین کی احادیث اس سے بھی سند کے اعتبار سے کمزور تھیں جو آپ نے تحریر نہیں کیں۔

۷۲۔ صلوٰۃ الرسول کے پہلے ایڈیشنوں میں ایک اور جھوٹی روایت درج تھی کہ و انحر کا معنی رفع یدین ہے اور فرشتے بھی رفع یدین کرتے ہیں مگر اب وہ نئے ایڈیشنوں میں نکال دی ہے نہ معلوم کب سے فرشتوں نے رفع یدین چھوڑ دی اور کیوں۔

۷۳۔ مذہب حنفی میں ائمہ ثلاثہ حنفیہ کا ترک رفع یدین پر اتفاق ہے ان کے خلاف شاہ ولی اللہؒ کا قول پیش کرنا کیا مقصد رکھتا ہے اور کیا رسول اللہ ﷺ نے ہی فرمایا تھا کہ عبارت بالکل ناقص نقل کرنا۔ اور دیانت کا نیا ریکارڈ قائم کر دینا

۷۴۔ ۲۳۴ پر مولانا عبدالحی لکھنوی کی عبارت بھی نامکمل نقل کی ہے۔

۷۵۔ در مختار اور ذخیرہ کی عبارت میں کہاں ہے کہ رفع یدین سنت موکدہ ہے رہا یہ کہ نماز فاسد نہیں ہوتی، فاسد ہونے کا قول شاذ ہے دیکھئے آپ کے مذہب میں ننگے نماز پڑھنے سے بھی نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کے مذہب میں ننگے نماز پڑھنا سنت ہے آپ کا دعویٰ سنت کا ہے آپ فقہ کا ایک مفتی بہ قول سنت ہونے کا پیش کریں۔

۷۶۔ کیا آپ کے مذہب میں رکوع کے وقت رفع یدین نہ کرنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے ثبوت باحوالہ دیں۔

۷۷۔ احناف کو صاف بتانا تھا کہ شامی۔ عالمگیری۔ میں اس رفع یدین کو مکروہ لکھا ہے یہ قول آپ نے کیوں چھپایا۔

۷۸۔ ص ۳۳۵ پر یہ جھوٹ بولا ہے کہ چار سو روایتیں اس تین جگہ رفع یدین کی ہیں، ذرا ان چار سو صحابہ کے نام جس جس کتاب میں ان کی احادیث ہیں ان کے صفحات کی فہرست بیان فرما دیں اگر یہ چار سو صحابہ کے ناموں کی لسٹ نہ بتا سکو اور ہرگز نہیں بتا سکو گے تو یہ بتا دو کہ آپ کے مذہب کی بنیاد جھوٹ اور مبالغے پر ہی کیوں ہے ؟

۸۰۔ ص ۳۳۵ پر ہی آپ نے لکھا ہے کہ ان چار سو میں سے دس عشرہ مبشرہ ہیں جو یہ

بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ وفات تک رفع یدین (مواضع ثلاثہ میں) کرتے رہے یہ بھی محض جھوٹ ہے ان میں سے کسی ایک سے بھی کسی صحیح یا حسن یا ضعیف سند سے بھی ساری عمر رفع یدین مواضع ثلاثہ میں کرنے کی حدیث نہیں بلکہ عشرہ مبشرہ کا خود ہمیشہ رفع یدین کرتے رہنا بھی کسی صحیح سند سے ثابت نہیں۔

۸۱۔ آپ لوگ رات دن قیاس کو کار ابلیس بھی کہتے ہیں ص ۲۳۶' ۲۳۷ پر رفع یدین کو مسواک پر قیاس بھی کر لیا ہے ذرا یہ تو فرمائیں ان دونوں میں علت مشترکہ کون سی ہے۔

۸۲۔ آپ پہلے مسواک والی اس حدیث کی سند کا صحیح ہونا ثابت فرمائیں اور پھر وہ حدیث پیش کریں جس میں رسول اقدس ﷺ نے فرمایا ہو کہ رکوع کے وقت رفع یدین کرنے والے کو رفع یدین نہ کرنے والے سے ستر گنا زائد ثواب ملے گا۔

۸۳۔ ص ۲۳۸' ۲۸۳ پر رفع یدین کو ڈاکٹر کے نسخے پر قیاس کیا ہے کہ ڈاکٹر نسخے میں چار دوائیں لکھے، مریض صرف ایک استعمال کرے تو شفا کی امید نہیں رکھنی چاہیے لیکن یہ قیاس احادیث صحیحہ کے خلاف ہے نسخے کی اگر کچھ دوائیں ڈاکٹر خود نسخے سے خارج کر دے مگر مریض ضد کرے کہ میں تو یہ نہیں نکالوں گا تو ڈاکٹر اس مریض پر کتنا خوش ہو گا۔

۸۴۔ ص ۲۳۹، ۲۴۰ پر صحیح مسلم سے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ اور حضرت مالک بن الحویرثؓ کی حدیثیں نقل کی ہیں مگر ان میں نہ تو سنت مؤکدہ کا لفظ ہے اور نہ ساری عمر رفع یدین کرنے کا ذکر ہے، زیادہ سے زیادہ ماضی استمراری ہے اور اسی صحیح مسلم ص ۲۵۴ ج ا پر نوویؒ نے محققین اہل اصول کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ماضی استمراری اصل وضع کے اعتبار سے صرف ایک دفعہ کے فعل پر استعمال ہوتی ہے تو اگر یہ حدیثیں صحیح بھی ہوں تو یہ ثابت ہو گا کہ ایک آدھ مرتبہ آنحضرت ﷺ نے رفع یدین کیا، اس کو ہمیشہ کرتے رہے یا چھوڑ دیا اس کا اس حدیث میں کوئی ذکر نہیں ہاں قیاس یہ کہتا ہے کہ اگر کیا تو کرتے رہے ہوں گے مگر یہ قیاس حدیث کے خلاف ہے کیونکہ اسی مسلم ص ۱۸۱ ج ا پر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے نماز کے اندر رفع یدین کرنے والوں کو ڈانٹا اور شریر گھوڑوں کی دموں سے تشبیہ دی اس لیے ہم

نے آپ کے قیاس کو حدیث سے چھوڑ دیا، تم ایسے قیاس پر عمل کر رہے ہو جو خلاف حدیث ہے اور ہم حدیث پر عمل کر رہے ہیں۔

۸۵۔ ص ۲۴۱ پر آپ نے لکھا ہے کہ ماضی استمراری دوام کے لئے آتی ہے اور دلیل کے لیے وہی جھوٹی حدیث بیان کی ہے جس کا ذکر گزر چکا۔

۸۶۔ اگر ہر فعل سنت مؤکدہ ہے تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا۔ حائضہ کی گود میں سر رکھ کر قرآن کی تلاوت کرنا۔ نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا، وضوء کے بعد بیوی کا بوسہ لینا۔ بچی کو اٹھا کر نماز پڑھ لینا یہ سب کام صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں کیا یہ سب سنت مؤکدہ ہیں۔

۸۷۔ ص ۲۴۲ پر عنوان لکھا ہے "سر تاج احناف حضرت امام محمدؒ کا نعرۂ حق رفع یدین برحق" یہ امام محمدؒ پر جھوٹ ہے۔

امام محمدؒ تو موطا میں صاف فرماتے ہیں "رفع یدین نماز میں صرف پہلی تکبیر کے وقت کیا جائے پھر ساری نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کیا جائے۔ یہی امام ابو حنیفہؒ کا بیان ہے اور یہ بہت سے آثار سے ثابت ہے پھر ثابت کیا ہے کہ حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور حضرت امام ابراہیم نخعیؒ کا پرزور بیان نقل کیا ہے کہ صحابہؓ کو نہ کبھی رفع یدین کی حدیث بیان کرتے سنا اور نہ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے دیکھا۔ (موطا امام محمدؒ ص ۹۱ تا ص ۹۴) اور یہی امام محمدؒ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ص ۹۴، ۹۵ ج ۱) پر فرماتے ہیں "حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے نہایت پختہ ثبوت ہے کہ وہ پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین نہیں کیا کرتے تھے اور حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رسول اقدس ﷺ کی نماز کو حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے زیادہ جانتے تھے کیونکہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے میرے قریب پہلی صفوں میں بڑے بڑے عقلمند اور دانا کھڑے ہوا کریں اسی لیے اہل بدر پہلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے جب کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ پیچھے بچوں کی صف میں کھڑے ہوا کرتے تھے پس حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو اہل بدر (اور سابقین اسلام) میں سے ہیں وہ بوجہ قریب پہلی

صف میں کھڑے ہونے کے حضرت ﷺ کی نماز کو زیادہ جانتے تھے اور خود امام مالکؒ نے (نہایت صحیح سند سے) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ وہ جب نماز پڑھاتے تو ہر اونچ نیچ کے وقت تکبیریں کہتے اور رفع یدین صرف پہلی تکبیر کے ساتھ کرتے تھے، یہ حدیث بھی حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے موافق ہے اس کے بعد حضرت علیؓ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور امام ابراہیم نخعیؒ کی روایات نقل فرمائی ہیں" ایسے واضح بیانات کے بعد بھی حضرت عمرؓ پر بہتان باندھنا اور نام صادق رکھنا برعکس نام زنگی کافور کا مصداق ہے۔

۸۸۔ اگر کوئی یہ دعوےٰ کرے کہ اگر امام محمدؒ رفع یدین کو سنت صحیحہ نہیں سمجھتے تھے تو انہوں نے موطا محمد میں رفع الیدین کی حدیث کیوں ذکر کی ہم کہیں گے کہ اگر استدلال کا یہی طریقہ ہے تو حضرت امام بخاریؒ نے متعہ کی حدیثیں 'شراب کی حدیثیں۔ نماز میں بات کرنے کی حدیثیں بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی حدیثیں نقل فرمائی ہیں تو کیا امام بخاریؒ بلکہ تمام اصحاب ستہ شراب پی کر متعہ کر کے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے اور نمازوں میں باتیں کیا کرتے تھے اگر کہو کہ یہ ان پر بہتان ہے تو تم کیسے بہتان باندھ رہے ہو، امام محمدؒ نے بھی اسی لیے نقل کی کہ بتائیں کہ اس پر عمل جاری نہیں رہا۔

۸۹۔ آخر میں ص ۲۴۳ پر لکھا ہے "ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے" یہ آپ کی اپنی بات ہے یا حضور ﷺ نے فرمایامن لم یرفع یدیہ عند الرکوع فصلوٰتہ خداج اگر ہو تو پیش کریں اور یہ بھی بتائیں کہ حضرات خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کی نمازیں آپ کی نماز کے مقابلہ میں واقعی یقیناً ناقص ہیں۔

۹۰۔ ص ۲۶۲ پر جلسہ میں پڑھنے کی مسنون دعا کے تحت ابن عباسؓ کی حدیث نقل کی ہے جس کی سند میں ابو العلاء ہے جس کے متعلق ابن حبان نے کہا ہے کان ممن یقلب الاسانید ویرفع المراسیل من حیث لا یدری کیا ایسی حدیث سے سنیت ثابت ہو جاتی ہے۔

۹۱۔ ص ۳۵۲ پر فجر کی نماز کے بعد سنتیں پڑھنے کی حدیث ابو داؤد اور ترمذی کے حوالے سے لکھی ہے اور یہ بالکل نہیں بتایا کہ ابو داؤد نے بھی اس کو مرسل کہا ہے اور ترمذی نے بھی

کہا ہے کہ اس کی سند متصل نہیں پھر ترمذی میں اس کے بعد حضور اقدس ﷺ کی قولی حدیث موجود ہے من لم یصل رکعتی الفجر فلیصلهما بعد ما تطلع الشمس ص ۹۶، کیا رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ پہلی ضعیف حدیث نقل کر دینا اور اسی کا فقرہ فلا اذاً بھی بالکل بیان نہ کرنا اور بعد والی صحیح حدیث بھی چھوڑ دینا۔

ـــ ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

۹۲۔ ص ۳۵٦ پر یہ حدیث تو نقل کر دی کہ وتر تین پڑھ یا پانچ یا ایک مگر یہ نہ بتایا کہ امام ابو حاتم۔ ذہلی۔ دارقطنی۔ بیہقی۔ نسائی اور بہت سے محدثین نے اسے ابو ایوب کا قول قرار دیا ہے اور یہی صحیح ہے نہ کہ اس کا حدیث رسول ہونا (تلخیص الحبیر، بلوغ المرام)

۹۳۔ ص ۳۵۷ پر حضرت عائشہؓ کی حدیث پانچ وتر والی نقل کی ہے اور متفق علیہ کہا ہے حالانکہ بخاری میں یہ حدیث سرے سے موجود ہی نہیں ہے اور یہ حدیث ہشام سے اہل عراق نے اس وقت روایت کی ہے جب اس کا حافظہ صحیح نہ رہا تھا (مقدمہ فتح الباری ص ۴۴۸)

۹۴۔ ص ۳۵۸ حاشیہ پر حضرت عائشہؓ کی جو حدیث وتر کی دو رکعت کے بعد قعدہ نہ کرنے کی نقل کی ہے وہ بھی صحیح یا حسن نہیں کیونکہ اس کا راوی شیبان بن فروخ وہمی ہے (تقریب) اس کا استاد ابان بن یزید باوجود متکلم فیہ ہونے کے اپنے سے اوثق سعید المقبری کی مخالفت کر رہا ہے سعید لا یسلم کہتا ہے اور ابان لا یقعد کہتا ہے اور قتادہ مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے اس لئے یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

۹۵۔ ص ۳۵۹ پر حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث کان یدعو فی الصلوۃ نقل کی ہے یہ بہت بڑا فریب ہے، اصل الفاظ یہ ہیں اذا اراد ان یدعو علیٰ احد اویدعو لاحد (بخاری) جس سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ یہ حدیث قنوت نازلہ سے متعلق ہے اس کے الفاظ حذف کر کے وتروں پر لگا لیا اور یحرفون الکلم عن مواضعه کا حق ادا کر دیا۔

۹٦۔ ۳۸٦ پر حضرت جابرؓ کی لمبی حدیث نقل کی ہے جس میں محمد بن عبداللہ جھوٹی حدیثیں بنانے والا ہے (تقریب ص ۱۸۸)۔

۹۷۔ ص ۴۰۹ پر تکبیر تشریق کے الفاظ دارقطنی سے نقل کئے ہیں اس کی سند میں جابر جعفی اور عمرو بن شمر کذاب ہیں۔

۹۸۔ کیا یہ بھی رسول اقدس ﷺ نے فرمایا تھا کہ عید کی تکبیروں میں ص ۴۱۱، ۴۱۲ پر ضعیف اور مرسل حدیثیں نقل کر دینا اور چھ تکبیروں والی احادیث جن پر عہد فاروقی میں اجماع ہو گیا تھا ان کو نقل نہ کرنا (طحاوی فی الجنائز)

۹۹۔ ص ۴۲۳، ۴۲۴ پر نماز تسبیح کا بیان لکھا ہے اس حدیث کو ابن الجوزی نے موضوعات یعنی جھوٹی حدیثوں میں درج کیا ہے۔

۱۰۰۔ ص ۴۳۴ پر نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی جو مرفوع حدیثیں درج کی ہیں ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں ہے۔

۱۰۱۔ ص ۴۴۸ پر جو دعا لکھی ہے اس کا ثبوت نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نماز تراویح اور صلوٰۃ الرسول

حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی نے صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۷ پر یہ بحث کی ہے۔

۱۔ نماز تراویح کا بیان۔ یہ نام نماز کا نہ قرآن پاک میں آتا ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں۔

۲۔ بے دلیل دعویٰ : نماز تراویح اور تہجد (رات کی نماز) دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں رات کی نماز غیر رمضان میں جب سو کر اٹھنے کے بعد پڑھی جائے تو تہجد کہلاتی ہے اور اگر سونے سے قبل عشاء کے ساتھ پڑھ لی جائے تو اس کو تراویح کہتے ہیں (صلوٰۃ الرسول ص ۳۸۷) یہ دعویٰ قرآن یا حدیث صحیح صریح سے ثابت کیا جائے۔

۳۔ مؤلف نے تراویح کا لفظ تو لے لیا لیکن اس کا معنی نہیں بتایا، لیجئے اپنے معتبر فتاویٰ سے معنی سن لیجئے۔

”اس نماز کا نام تراویح اس لئے رکھا گیا کہ لوگ اس میں ہر چار رکعت کے بعد

استراحت کرنے لگے کیونکہ تراویح جمع ترویحہ کی ہے اور ترویحہ کے معنی ایک دفعہ آرام کرنے کے ہیں۔ (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۱ ج ۶' ص ۳۸۸ ج ۶) حکیم صاحب نے یہ معنی اس لئے نہیں لکھا کہ اس معنی پر آٹھ رکعت کو تراویح کہنا صحیح نہیں کیونکہ تراویح جمع کا لفظ ہے اور جمع کا اطلاق عربی زبان میں کم از کم تین پر ہوتا ہے اس لئے چار رکعت کو ترویحہ آٹھ رکعت ترویحتین اور بارہ رکعت کو کم از کم تراویح کہا جائے گا اس معنی پر امت کا اجماع ہے۔ اور کوئی آیت یا حدیث اس کے خلاف پیش نہیں کی جاسکتی۔ الغرض حکیم صاحب کو تراویح کا معنی بھی نہیں آتا۔

۴۔ **نماز تراویح کی تعریف :** حکیم صاحب نے نماز تراویح کی تعریف بھی صحیح نہیں کی۔

> "نماز تراویح کی تعریف میں علماء نے لکھا ہے کہ نماز تراویح وہ نماز ہے جو رمضان کی راتوں میں عشاء کے بعد باجماعت پڑھی جائے (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۱ ج ۶) نماز تراویح میں جماعت بھی شرط ہے اگر اکیلے پڑھیں گے تو تراویح نہ ہوگی (فتاوی علمائے حدیث ص ۲۴۳ ج ۶)"

یعنی جس طرح جمعہ اور عیدین میں جماعت شرط ہے بغیر جماعت کے جمعہ اور عیدین نہیں ہوتیں اسی طرح تراویح میں بھی جماعت شرط ہے۔ نوٹ: اس کی دلیل کسی صحیح حدیث سے ہونی چاہیے۔

۵۔ **تین رات تراویح :** حکیم صاحب نے ص ۸۷ '۹ '۳ ۷ ۳ پر حضرت ابوذرؓ کی روایت نقل کی ہے اس میں آپ نے تین بار یہ ترجمہ کیا ہے "ہمیں نماز تراویح پڑھائی، خدا جانے یہ "تراویح" حدیث کے کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے حدیث میں تو تراویح کا لفظ ہرگز موجود نہیں۔ اگر کہو کہ محدثین نے اس کو تراویح میں ذکر کیا ہے تو امتیوں کی بات آپ کے ہاں دلیل شرعی نہیں، امتیوں کی بات کو نبی ﷺ کی بات بنا کر پیش کرنا بہت بڑا فریب ہے۔

۶۔ حکیم صاحب نے نقل حدیث میں ایک اور بددیانتی کی، اس میں پہلی رات میں ایک تہائی رات تک نماز پڑھنے کا ذکر تھا دوسری رات دو تہائی رات تک اور تیسری رات سحری

فوت ہونے کا خطرہ ہو گیا تھا مگر ان الفاظ کو حکیم صاحب نے ذکر نہیں کیا کیونکہ حدیث پاک کے ان الفاظ پر لامذہب غیر مقلدین کا عمل نہیں۔

۱۔ اگر صحیح بخاری ص ۹۶ ج ا پر مندرجہ اصول کہ حضور ﷺ کے آخری فعل پر عمل لازم ہے تو لامذہبوں کو چاہیے کہ ہمیشہ تراویح سحری تک پڑھا کریں یا کم از کم یہ ترتیب قائم رکھیں کہ پہلی رات تہائی رات تک دوسری رات دو تہائی رات تک' تیسری رات سحری تک اور پھر اسی طرح شروع کر لیا کریں لیکن غیر مقلدوں کا ہرگز اس حدیث پر عمل نہیں۔

۷۔ حکیم صاحب نے یہ بد دیانتی اس لئے بھی کی کہ یہ تین راتیں آخری عشرہ رمضان کی ہیں اور آخری عشرہ رمضان میں آنحضرت ﷺ خود بھی ساری رات بیدار رہتے اور اپنے اہل کو بھی بیدار رکھتے (بخاری ص ۲۷۱ ج ا) اور رات کو آپ کی عبادت نماز ہی ثابت ہے، اب سوال یہ تھا کہ تینوں رات آپ ﷺ نے تہائی رات تک نماز پڑھائی، باقی دو تہائی رات آپ سوئے نہیں تو اس وقت جو نماز آپ پڑھتے رہے وہ تہجد تھی یا کیا نام تھا اور پچیسویں رات دو تہائی تک صحابہ کو نماز پڑھائی پھر ایک تہائی رات آپ سوئے نہیں اس وقت جو نماز آپ ﷺ نے پڑھی اس کا نام تہجد تھا یا کچھ اور۔ لامذہبوں کے اصول پر اس سوال کا جواب بہت مشکل ہے اسلئے حدیث پاک کے الفاظ ہی نقل نہیں کئے تاکہ نہ سوال پیدا ہو اور نہ جواب دینا پڑے لیکن آخرت میں آنحضرت ﷺ جب مطالبہ فرمائیں گے کہ میری حدیث کے نقل میں کیوں خیانت کی اور میری احادیث لا دین لمن لا دیانۃ لہ اور لا ایمان لمن لا امانۃ لہ کو کیوں پس پشت ڈالا تو کیا جواب دو گے ؟ کتنی جرأت ہے کہ تراویح کا لفظ حدیث میں موجود نہیں تھا وہ حدیث میں داخل کر دیا اور جو الفاظ حدیث میں موجود تھے ان کو چھوڑ دیا۔

۸۔ ص ۹۷ ۳ پر حضرت زید بن ثابتؓ کی حدیث نقل کی جس میں تراویح کا کوئی لفظ موجود نہیں ہے مگر ترجمہ میں یہ لفظ حکیم صاحب نے زیادہ کر دیا، اگر کہو کہ محدثین اس باب میں لائے ہیں تو آپ کے مذہب میں امتیوں کی بات کوئی دلیل شرعی نہیں۔

۹۔ ہاں جو بات حدیث میں تھی اس کے نقل میں خیانت کی یونکم کے بعد یہ جملہ

چھوڑ دیا فان افضل صلوۃ المرء فی بیتہ الا الصلوۃ المکتوبۃ (متفق علیہ) کیونکہ اس جملہ پر لا مذہبوں کا عمل نہیں ہے وہ نبی علیہ کے خلاف امتیوں کی دیکھا دیکھی تراویح باجماعت پڑھتے ہیں۔ نقل حدیث میں خیانت کے بغیر حکیم صاحب کا کھانا ہضم نہیں ہوتا۔

۱۰۔ ص ۳۸۰ پر حکیم صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ حضور علیہ نے رمضان میں تہجد نہیں پڑھی لیکن اس پر وہ کوئی دلیل نہیں لا سکے یہ ایسا دعویٰ جیسے کوئی شخص یہ مانے کے آنحضرت علیہ دن رات میں پانچ نمازیں پڑھا کرتے تھے پھر کہے مگر بدھ کے روز ظہر پڑھنا ثابت نہیں تو اس کی دلیل اس کے ذمہ ہوگی لیکن آج تک غیر مقلدین اپنے اس دعویٰ پر کتاب و سنت سے کوئی دلیل نہیں لا سکتے۔

۱۱۔ رکعات تراویح کے بارہ میں حکیم صاحب لکھتے ہیں بیس رکعات میں سے آٹھ رکعت تراویح سنت ہیں اور باقی مستحب (نفل) ہیں (ص ۳۸۵) اس دعویٰ پر حکیم صاحب اور ان کی ساری جماعت عاجز ہے کہ وہ آٹھ رکعت کے ساتھ تراویح اور سنت کا لفظ اور بارہ رکعت کے ساتھ مستحب (نفل) کا لفظ دکھا دیں۔ ایسی کوئی حدیث پورے ذخیرہ حدیث سے وہ نہیں دکھا سکتے۔

۱۲۔ حدیث عائشہؓ تو تہجد کے بارہ میں ہے اس کو تراویح سے کوئی تعلق ہی نہیں حکیم صاحب نے اس حدیث کا ترجمہ لکھا ہے "رسول خدا علیہ رمضان میں کتنی نماز (تراویح) پڑھتے تھے" یہ کتنی اور تراویح حدیث کے کسی لفظ کا ترجمہ نہیں حکیم صاحب نے محض اردو دانوں کو دھوکا دیا ہے۔

۱۳۔ اس حدیث عائشہؓ کو پورا نقل نہیں کیا اور نقل میں زبردست خیانت کی ہے۔

(ا) اس میں اکیلے نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور بغیر جماعت نماز کو تراویح نہیں کہتے ہیں (فتاویٰ علمائے حدیث ص ۲۴۳ ج ۶)

(ب)۔ اس میں اس نماز کا ذکر ہے جو رمضان۔ غیر رمضان سارا سال پڑھی جاتی ہے جب کہ سارا سال تراویح نہیں پڑھی جاتی۔

(ج) اس حدیث میں آخر رات نماز پڑھنے کا ذکر ہے جو تہجد ہے نہ کہ اول رات جو تراویح ہے

(د) اس میں گھر میں نماز پڑھنے کا ذکر ہے جبکہ تراویح مسجد میں پڑھی جاتی ہے۔

(ہ) اس میں وتر سے پہلے سونے کا ذکر ہے اور غیر مقلدین تراویح اور وتر کے درمیان مسجد میں کبھی نہیں سوتے۔

(و) اس حدیث میں سارا سال تین وتر پڑھنے کا ذکر ہے جب کہ غیر مقلدین ایک وتر پڑھ لیتے ہیں۔

(ز) حضرت عائشہؓ کی حیات میں عہد فاروق۔ عہد عثانی۔ عہد علوی میں بیس رکعت تراویح باجماعت مسجد نبوی میں آپ کے سامنے پڑھی جاتی تھیں۔ لیکن حضرت ام المومنینؓ نے کبھی اس حدیث کو بیس پڑھنے والوں کے خلاف پیش نہیں کیا تو اب لامذہبوں کو اس کے پیش کرنے کا کیا حق ہے۔

(ح) یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ اس نماز کا نام گیارہ ماہ تہجد اور بارہویں مہینے تراویح ہوتا تھا۔ چونکہ ان سب سوالوں کا جواب حکیم صاحب کو نہیں آتا تھا اس لئے حدیث کے نقل کرنے میں خیانت سے کام لیا۔

(ط) نیز اس حدیث میں چار چار رکعت پڑھنے کا ذکر ہے جب کہ تراویح میں دو، دو رکعت پڑھی جاتی ہے۔

(ی) اس میں قرآن پاک ختم کرنے کا کوئی ذکر نہیں جب کہ تراویح میں قرآن ختم کیا جاتا ہے۔

(ک) اس حدیث کے موافق آج تک کسی غیر مقلد مسجد میں ایک دن بھی تراویح پڑھی نہیں گئی حالانکہ بقول حکیم صاحب یہ آنحضرت ﷺ کا غالب معمول تھا کیونکہ اس میں سوال کیفیت نماز کا تھا اور جواب میں کیفیت میں طول نماز کا خصوصی ذکر ہے، اس طوالت کی تشریح خود حکیم صاحب نے ص ۲۷، ۳ پر کی ہے کہ پہلی رکعت میں سورۃ البقرہ پھر اتنا ہی لمبا رکوع اتنا ہی قومہ اتنا ہی سجدہ اتنا ہی جلسہ اتنا ہی سجدہ یعنی اگر سورۃ البقرہ ۱۵ منٹ میں پڑھی گئی تو قیام ۱۵ منٹ، رکوع ۱۵ منٹ قومہ ۱۵ منٹ سجدہ ۱۵ منٹ جلسہ ۱۵ منٹ دوسرا سجدہ

۱۵ منٹ یعنی ایک رکعت میں ڈیڑھ گھنٹہ لگا اور آٹھ رکعت میں ۱۲ گھنٹے تو کیا آج غیر مقلد آٹھ تراویح بارہ گھنٹے میں پڑھتے ہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ کا یہ غالب معمول تھا۔

۱۴۔ اس کے بعد حکیم صاحب نے حدیث جابرؓ پیش کی ہے جس میں نہ تراویح کا لفظ نہ آٹھ رکعت کے ساتھ سنت کا لفظ، نہ بارہ رکعت کے ساتھ مستحب کا لفظ۔

۱۵۔ اس کا حوالہ صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کا دیا ہے لیکن صحیح ابن خزیمہ میں ہمیں یہ نہیں مل سکی۔

۱۶۔ اس حدیث کو غیر مجروح لکھا ہے حالانکہ اس کا راوی عیسیٰ بن جاریہ مجروح ہے، امام یحییٰ بن معین اس کی روایات کو منکر و متروک فرماتے ہیں، امام نسائی اور ابو داؤد اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں (میزان الاعتدال۔ خلاصہ)

۱۷۔ حکیم صاحب کی مستقل عادت ہے کہ وہ ہر حدیث کو نامکمل نقل کرتے ہیں یہ بھی نامکمل ہی نقل کی ہے۔

(ا) حکیم صاحب لکھتے ہیں اس غیر مجروح حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اقدس ﷺ نے جو تین رات نماز پڑھائی تھی وہ گیارہ رکعت تھی حالانکہ اس حدیث میں لیلۃ (صرف ایک رات کا لفظ تھا قیام اللیل ص ۱۵۷) اس کو حکیم صاحب نے نقل نہیں کیا، پتہ چلتا ہے کہ یہ تیسری رات کا ذکر ہے اور تیسری رات کے بارہ میں صراحت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ساری رات تراویح پڑھائی تھیں حکیم صاحب نے یہ آخری حصہ حدیث کا اسی لئے چھوڑ دیا کیونکہ اس پر ان کا عمل نہیں ہے کیونکہ وہ آٹھ رکعت میں ساری رات خرچ نہیں کرتے آٹھ کا لفظ لے لیا ساری رات کا ذکر چھوڑ دیا۔ افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض؟

(ج) اس حدیث کا آخری جملہ جو حکیم صاحب نے نقل کیا ہے وہ خشیت ان یکتب علیکم الوتر معلوم ہوا کہ یہ نماز وتر تھی احادیث میں تہجد اور وتر کے مجموعے پر تو وتر کا اطلاق آتا ہے مگر تراویح پر وتر کا اطلاق ہر گز نہیں آتا۔

(د) حضرت جابرؓ کے سامنے بیس رکعت تراویح عہد فاروقی۔ عہد عثمانی۔ عہد مرتضوی

اور بعد میں بھی پڑھی جاتی رہیں مگر انہوں نے کبھی اس حدیث کو بیس تراویح والوں کے خلاف پیش نہیں کیا پھر آپ کو کیا حق رہا۔

(ه) ایک دفعہ کا فعل سنت نہیں ہوتا، دیکھو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا، روزہ میں بیوی کا بوسہ لینا، نماز میں بچی کو اٹھانا، نماز پڑھتے ہوئے دروازہ کھول دینا سب افعال کا ثبوت صحیح احادیث سے ہے مگر سنت نہیں۔

۱۸۔ **حضرت عمر کا حکم :** اس میں نہ تراویح کا لفظ، سنت کا بلکہ سرے سے موطا مالک میں رمضان کا لفظ ہی نہیں، حکیم صاحب لکھتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے، کسی نے اس پر جرح نہیں کی (ص ۳۸۳) یہ حکیم صاحب کی لاعلمی ہے ورنہ حافظ ابن عبدالبر نے اس روایت کو وہم قرار دیا ہے (زرقانی شرح موطا) اس کا راوی محمد بن یوسف ہے جو اس روایت کو مختلف الفاظ میں بیان کرتا ہے کبھی دو رکعت (موطا) کبھی ۱۳ (قیام اللیل) کبھی ۲۱ رکعت (عبدالرزاق) پس یہ روایت مضطرب ہوئی جو ضعیف کی قسم ہے پس اس کو صحیح کہنا دھوکا ہے۔

۱۹۔ اس اثر پر حکیم صاحب لکھتے ہیں اس میں تین وتر ہیں، یہ تفصیل حکیم صاحب کی خانہ زاد ہے اس روایت میں ہرگز نہیں۔

۲۰۔ حکیم صاحب نے یہ بات بھی صاف نہیں کی کہ اگر دو امام گیارہ گیارہ رکعتیں پڑھائیں گے تو بائیس رکعتیں ہوں گی۔

۲۱۔ حکیم صاحب نے اس روایت کے نقل کرنے میں بھی خیانت کی ہے اس میں بھی سحری تک نماز پڑھنے کا ذکر ہے چونکہ لامذہبوں کا اس پر عمل نہیں اس لئے حدیث کے اس حصہ کو نقل ہی نہیں کیا۔

۲۲۔ حکیم صاحب نے یہ بھی لکھا ہے اور خود حضرت عمرؓ بھی گیارہ ہی پڑھتے تھے۔ (ص ۳۸۳) یہ بالکل بے ثبوت ہے۔

۲۳۔ اس کو تو نامکمل نقل کیا اور اس کے بعد اس سے متصل بیس رکعت والی روایت تھی

اس کو چھوڑ دیا نام تک نہیں لیا۔ ؎

چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

۲۴۔ ص ۳۸۴ پر جوابی بن کعبؓ والی روایت لکھی ہے حوالہ قیام اللیل تو قیام اللیل کے حاشیہ پر خود مولوی عبدالتواب ملتانی غیر مقلد نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے چنانچہ اس کے پہلے راوی محمد بن حمید پر لکھا ہے۔ حافظ ضعیف وکان ابن معین حسن الرأی فیه اور دوسرے راوی عیسیٰ بن جاریہ پر لکھا فیه اختلاف پھر اس میں نہ تراویح کا لفظ ہے نہ سنت کا بلکہ اس کے ساتھ متصل روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابن کعبؓ مردوں کو تراویح پڑھایا کرتے تھے تو عورتوں کو یقیناً تہجد پڑھائی ہوگی پھر حکیم صاحب اگر خدا کا خوف کرتے تو ص ۱۵۷ قیام اللیل سے بیس رکعت والی روایات بھی نقل کر دیتے۔ مگر کسی غیر مقلد سے خوف خدا اور انصاف کی امید۔

؎ ایں خیال ست و محال ست و جنون

۲۵۔ کتاب و سنت کے دلائل سے عاجز آکر جہاں کو دھوکا دینے کے لئے شیخ ابن ہمامؒ کا قول نہایت نامکمل ص ۳۸۴ پر نقل کیا ہے، کاش مکمل عبارت نقل کرتا، اس قول کو اگر حکیم صاحب نے تحقیقی دلائل کے طور پر نقل کیا ہے تو وہ غیر مقلد نہ رہے ابن ہمام کے مقلد ہو گئے اور امتیوں کی تقلید میں پھنس گئے، اگر بطور الزامی دلیل نقل کیا ہے تو بھی وہ جہالت کے مریض ہیں کیونکہ یہ مفتی بہ قول نہیں بلکہ خلاف مذہب شاذ قول ہے، یہ بے بسی کی انتہا ہے جیسے عیسائی اور شیعہ متواتر قرآن کے خلاف شاذ قراءتوں کو پیش کر کے ذلیل ہوتے ہیں اور منکرین حدیث متواتر سنتوں کے مقابلہ میں شاذ احادیث سے استدلال کرتے ہیں یہی حال ان لامذہبوں کا ہے کہ وہ ایک مفتی بہ قول بیس تراویح کی تردید میں پیش نہیں کر سکتے۔

۲۶۔ عجب بات ہے کہ حکیم صاحب نے آنحضرت ﷺ سے بیس رکعت والی روایت کیوں نقل نہ کی۔

حدثنا يزيد بن هارون اخبرنا ابراهيم بن عثمان عن الحكم عن مقسم عن

ابن عباسؓ ان رسول اللّٰہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ و الوتر (مصنف لابن ابی شیبہ ص ۳۹۴ ج ۲) اگر کہو کہ حکیم صاحب کے نزدیک اس کی سند ضعیف ہے تو غلط ہے کیونکہ انہوں نے اسی صلوٰۃ الرسول ص ۴۳۴ پر حضرت ابن عباسؓ کی فاتحہ والی حدیث جو بحوالہ ابن ماجہ درج کی ہے اس کی سند بھی یہی ہے جب وہاں اس سے استدلال کر لیا تو یہاں کیا مانع ہوا، صرف تعصب مذہبی اور کچھ بھی نہیں، کیا رسول اقدس ﷺ نے صادق صاحب کو یہ حکم دیا تھا کہ اسی سند سے جنازہ والی حدیث ضرور نقل کر لینا اگرچہ فاتحہ در جنازہ خلاف اجماع ہو اور اسی سند سے بیس رکعت تراویح والی حدیث نقل نہ کرنا اگرچہ امت کی تلقی بالقبول سے اس کا ضعف ختم ہو چکا ہو۔

<u>مطالبہ ثبوت :</u> (۱) صلوٰۃ الرسول ص ۴۵۰، ۴۵۱ پر جو تین طریقے آیت کریمہ پڑھنے کے درج کئے ہیں اس ہیئت اور تعداد کا ثبوت حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں ورنہ بتائیں کہ ہیئت و تعداد ختم (بریلویاں) اور ان میں کیا فرق ہے۔

۲۔ صلوٰۃ الرسول ص ۴۵۲، ۴۵۳ پر حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنے کی جو ہیئت اور تعداد ذکر فرمائی ہے اس کا ثبوت کسی حدیث صحیح صریح غیر معارض سے پیش فرمائیں اور اس پر مداومت کا حکم بھی دکھائیں۔

۳۔ صلوٰۃ الرسول ص ۴۵۳، ۴۵۴ پر فراخی رزق کے جو اعمال درج فرمائے ہیں ان کی ہیئت اور تعداد کا ثبوت کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے پیش فرمائیں۔

۴۔ صلوٰۃ الرسول ص ۷۲ پر مذی۔ منی۔ ودی کا جو فرق آپ نے لکھا ہے اس فرق کی حدیث صحیح صریح پیش فرمائیں۔

۵۔ صلوٰۃ الرسول ص ۷۶ پر نفاس کا حکم جو بیان فرمایا ہے ان مسائل کا ثبوت حدیث صریح سے پیش فرمائیں، یاد رہے حیض پر قیاس نہ ہو۔

۶۔ صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۲ پر مسح کی مدت کی ابتداء و انتہا کا جو مسئلہ لکھا ہے اس کا ثبوت حدیث صحیح صریح سے لائیں۔

۷۔ صلوٰۃ الرسول ص ۳۵۳ پر فجر کی فرض نماز سے پہلے دو سنتیں۔ یہ سنت کا لفظ کسی حدیث میں دکھائیں۔

۸۔ نماز ظہر سے پہلے چار سنت اور بعد میں دو سنت' ان کے ساتھ سنت کا لفظ کسی صریح حدیث سے دکھاؤ۔

۹۔ نماز مغرب کے بعد دو سنتیں، ان دو رکعتوں کے ساتھ سنت کا لفظ کس حدیث میں ہے۔

۱۰۔ نماز عشاء کے بعد دو سنتیں ان کے ساتھ سنت کا لفظ حدیث میں دکھائیں۔

نماز عیدین

عیدین کی نماز شعائر اسلام میں سے ہے جو آپ ﷺ نے سینکڑوں کے مجمع میں ادا فرمائی۔

۱۔ کیا وجہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ تو ثابت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید کے دن حبشیوں سے گانا سنا۔ آنحضرت ﷺ اور حضرت عائشہؓ نے فوجی کرتبوں کا مشاہدہ فرمایا مگر نہ نماز عیدین کا حکم موجود ہے کہ یہ واجب ہے یا سنت اور نہ ہی نماز عید پڑھنے کا طریقہ درج ہے نہ ہی خطبہ مذکور ہے۔

۲۔ ترمذی اور ابو داؤد میں نماز عید کے دو طریقے درج ہیں کیا آپ کے نزدیک دونوں حق ہیں اور دونوں کے حق ہونے کا وہی معنی ہے جو مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا آپ لیا کرتے ہیں کہ ہر مذہب میں ایک چوتھائی حق اور تین چوتھائی باطل ہے تو کیا بارہ تکبیروں کے ساتھ نماز عید پڑھنے والے کے پاس بھی آدھا حق اور آدھا باطل ہے، کیا کسی صحیح صریح حدیث میں ہے کہ دونوں طریقے حق ہیں؟

۳۔ کیا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں ہے کہ ان دونوں طریقوں میں سے فلاں طریق صحیح اور فلاں غلط ہے یا فلاں راجح ہے اور فلاں مرجوح ہے یا یہ فیصلہ اب امتی مجتہدین پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

۴۔ جو فیصلہ صراحۃً کتاب وسنت میں موجود نہ ہو اس میں اجماع اور قیاس شرعی کی طرف رجوع کا حکم ہے تو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں سب صحابہ کا اجماع اس پر ہوا کہ نماز جنازہ بھی چار تکبیروں سے ہوا کرے گا اور نماز عیدین (عید الفطر، عید الاضحیٰ) دونوں کی ہر رکعت میں بھی چار چار تکبیریں ہوں گی (طحاوی شرح معانی الاثار ج ۱ ص ۳۳۳) یہ بالکل ایسا ہی ہے جس طرح عہد فاروقی میں شراب کی حد کے بارہ میں ۸۰ کوڑوں پر اجماع ہو گیا، ام الولد کی بیع کے ترک پر اجماع ہو گیا، اگر کوئی شخص صحبت کرے تو محض دخول سے غسل فرض ہو جاتا ہے انزال ہو یا نہ ہو اس پر اجماع ہو گیا اور یہ اجماع اس کے مخالف احادیث کے نسخ کی دلیل ہے تو بارہ تکبیروں والی روایات جن میں سے ایک بھی صحیح نہیں اگر کوئی صحیح بھی ہوتی تو یہ اجماع اس کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

۵۔ جب ان دونوں طریقوں میں ترجیح امتیوں نے دینی ہے تو صحابہ اور خیر القرون کے تابعی مجتہد امام اعظمؒ نے چھ زائد تکبیروں سے عیدین کی نماز کو راجح قرار دیا ہے ان کے مقابلہ میں بعد والے امتیوں کی ترجیح کا کیا اعتبار۔

۶۔ عیدین کی نماز میں ثناء سبحانك اللهم یا اللهم باعد بینی پڑھنے کے لئے صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰ پر ابن خزیمہ کا حوالہ دیا ہے حالانکہ ابن خزیمہ میں کوئی ایسی حدیث موجود نہیں ہے۔

۷۔ ہر ہر تکبیر پر رفع الیدین کریں اور ہر تکبیر پر ہاتھ باندھ لیا کریں (بیہقی) صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰ حالانکہ اس بارہ میں کوئی صحیح صریح حدیث موجود نہیں ہے (فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۹۷ اشاعۃ ج ۱ ص ۵۲۵)

۸۔ حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں "پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پڑھے پھر امام اونچی آواز سے قرأت پڑھے اور مقتدی چپ چاپ سنیں (صحیح مسلم، صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰)۔ یہ تفصیل خاص نماز عیدین کے بارہ میں صحیح مسلم میں ہرگز نہیں ہے۔

۹۔ صادق نے لکھا ہے عیدین میں ق و القرآن المجید اور اقتربت الساعة وانشق

القمر اور سبح اسم اور ھل اتاك کا پڑھنا آیا ہے (صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۰) کیا دونوں طرح پڑھنا حق ہے اور حق کا وہی معنی ہے جو محمد جونا گڑھی نے سراج محمدی اور طریق محمدی میں اور حکیم صادق نے سبیل الرسول میں لیا ہے۔

۱۰۔ ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض سے ثابت کریں کہ اگر عیدین میں مندرجہ بالا چاروں سورتوں کے علاوہ کوئی اور سورتیں پڑھ لے تو اس کی نماز عید باطل ہوگی یا مکروہ۔

۱۱۔ نماز کے لئے عورتیں دور نبوت میں باہر میدان میں جاتی تھیں مگر ان کے لئے علیحدہ قناتیں لگا کر پردہ کرنے کا کوئی ثبوت حدیث میں نہیں۔ آج کل جو لوگ پردہ کے لئے قناتیں لگاتے ہیں کیا وہ صحابیات اور امہات المومنین سے اپنی عورتوں کے پردہ کی زیادہ اہمیت سمجھتے ہیں۔

۱۲۔ کیا بعض صحابہ نے عورتوں کو نماز کے لئے مساجد میں جانے سے روکا؟ وہ کون کون تھے؟ اہل قرآن کہتے ہیں کہ وہ ہماری جماعت کے تھے یہ بات کہاں تک صحیح ہے؟

۱۳۔ ان روکنے والوں کے پاس کوئی آیت قرآنی تھی یا حدیث نبوی ﷺ یا قیاس، تو حدیث کے خلاف قیاس کرنے والا کون ہوتا ہے؟ ان کا شرعی حکم کیا ہے؟

۱۴۔ حکیم صادق صاحب نے لکھا ہے "عید گاہ کو جاتے اور واپس آتے ہوئے اونچی آواز سے یہ تکبیر پڑھتے رہیں۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر و للّٰہ الحمد (دارقطنی) صلوٰۃ الرسول ص ۴۰۹) حالانکہ کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث میں خاص اس تکبیر کا بلند آواز سے عید گاہ کو جاتے اور واپس آتے پڑھنا آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں۔

۱۵۔ ایام تشریق میں نمازوں کے بعد مندرجہ بالا تکبیر کہنے کے بارہ میں حکیم صاحب نے لکھا ہے کہ تکبیریں بلند آواز سے بکثرت پڑھتے رہیں (نمازوں کے بعد) (دارقطنی) دارقطنی کی حدیث جس کی طرف اشارہ کیا ہے وہ پرلے درجے کی ضعیف اور جھوٹی ہے کیونکہ سند کے راوی عمرو بن شمر اور جابر جعفی دونوں کذاب ہیں، افسوس ہے کہ غیر مذہب بھی کتنا یتیم ہے جس کا مدار ایسی جھوٹی روایات پر ہے۔

۱۶۔ اس جھوٹی روایت میں بھی نہ بلند آواز کا لفظ نہ بکثرت کا لفظ ہے یہ صرف حکیم صاحب کے ہاتھ کی صفائی ہے۔

۱۷۔ حکیم صاحب نے صلوٰۃ الرسول کے حاشیہ ص ۴۱۰ پر اکیلے اکیلے نماز عید کو بھی جائز قرار دیا ہے، کیا کسی ایک ہی حدیث صحیح صریح غیر معارض میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے خود اکیلے نماز عید پڑھی ہو یا دوسروں کو اکیلے نماز عید پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

۱۸۔ حکیم صاحب نے صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۱ پر بارہ تکبیروں کی حدیث نقل کی ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس کے راوی کثیر بن عبداللہ کو امام شافعیؒ نے رکن من ارکان الکذب فرمایا ہے۔ امام احمد۔ ابن معین۔ نسائی۔ دارقطنی۔ ابوزرعہ اور ابن حبان نے اس کو ضعیف کہا ہے (نصب الرایہ ج ۱ ص ۲۱۷) کیا یہ کتمان حق نہیں۔

۱۹۔ حکیم صادق صاحب نے مشکوٰۃ کے حوالے سے آنحضرت ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کا بھی بارہ تکبیروں سے عید پڑھنا لکھا ہے مگر سند کا راوی ابراہیم بن ابی یحییٰ ہے، امام مالکؒ فرماتے ہیں وہ نہ حدیث میں ثقہ ہے نہ دین میں۔ امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان اسے کذاب کہتے ہیں، امام احمد فرماتے ہیں ترکوا حدیثہ' ابن معین اسے کذاب رافضی کہتے ہیں وہ تقدیر کا منکر بھی تھا اور معتزلی بھی، امام علی بن المدینی اسے کذاب کہتے ہیں، امام نسائی اور دارقطنی اسے متروک کہتے ہیں (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۵۸' ۵۷) دیکھئے حکیم صادق کس طرح کذابوں پر ایمان لے آیا ہے، اپنے نام کی لاج بھی نہیں رکھی۔

۲۰۔ پھر سند بھی متصل نہیں امام جعفرؒ نے آنحضرت ﷺ کو عید پڑھتے دیکھا نہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا زمانہ پایا نہ حضرت علیؓ کا نہ حضرت حسنینؓ کا۔

۲۱۔ عیدین کی زائد تکبیروں میں رفع یدین کرنا کسی صحیح صریح غیر معارض حدیث سے ثابت نہیں۔

۲۲۔ عیدین میں دو خطبوں کا پڑھنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں چنانچہ لکھا ہے "دو خطبہ کی روایتیں اگرچہ ضعیف ہیں مگر جمعہ پر قیاس سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے کہ

عیدین کے جمعہ کی طرح دو خطبے پڑھے جائیں" (فتاویٰ علماء حدیث ج ۴ ص ۱۹۷) قیاس کو کار ابلیس بھی کہا جاتا ہے اور اس پر ایمان بھی رکھا جاتا ہے۔

۲۳۔ نماز عید سے پہلے "نعت یا تلاوت قرآن مجید یا پھر وعظ یہ سب خطبہ میں شامل ہیں (فتاویٰ اہلحدیث ج ۲ ص ۳۹۵ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۸) اس کی دلیل میں حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش فرمائیں۔

۲۴۔ حکیم صادق صاحب لکھتے ہیں "عیدین کا خطبہ منبر پر نہ پڑھیں (صحیح مسلم، صلوٰۃ الرسول ص ۴۱۱) مگر عون المعبود ج ۳ ص ۵۶ اور فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۹ پر حضرت جابرؓ سے حدیث مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عید الاضحیٰ کا خطبہ منبر پر پڑھا، صادق صاحب امتی کے قول کی آڑ لے کر نبی پاک ﷺ کے فعل سے کیوں منکر ہو رہے ہیں۔

۲۵۔ فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۲۰۰ پر لکھا ہے کہ مرد یا عورت کو عید گاہ یا جامع مسجد سے روکنے والا "بہت بڑا کافر اور بڑا سرکش ہے" کیا واقعی آپ حضرت عائشہؓ، حضرت عمرؓ حضرت ابن مسعودؓ اور تمام مہاجرین انصار جنہوں نے ان کے کہنے سے اپنی عورتوں کو مسجد اور عید گاہ میں جانے سے روک لیا سب کو بڑے کافر اور بڑے سرکش سمجھتے ہیں۔

۲۶۔ مولوی عبداللہ روپڑی فتاویٰ اہل حدیث ج ۲ ص ۴۰۲ اور مولوی علی محمد سعیدی فتاویٰ علمائے حدیث ج ۴ ص ۱۹۶ پر لکھتے ہیں کہ زائد تکبیروں کے درمیان اللہ کا ذکر کرنا چاہیے مگر جو حدیث پیش کی ہے عن جابر قال مضت السنة ان یکبروا الصلوٰة فی العیدین سبعاً و خمساً بذکر اللّٰه ما بین کل تکبیرتین (بیہقی ج ۳ ص ۲۹۲) لیکن اس کی سند میں بعض راویوں کے حالات معلوم نہیں ایک راوی علی بن عاصم ہے اس کے بارہ میں امام یزید بن ہارون کہتے ہیں ہم ہمیشہ سے اسے جھوٹا جانتے ہیں، امام احمد، ابن معین اور امام نسائی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں (حاشیہ نصب الرایہ ج ۲ ص ۲۱۹)

۲۷۔ پاک وہند میں شروع سے سب مسلمان اہل سنت والجماعت حنفی تھے، انگریز کے

منحوس قدم اس ملک میں آنے سے پہلے سب مسلمان عیدین چھ زائد تکبیروں کے ساتھ پڑھتے تھے کسی نے اس نماز کو فاسد نہ کہا تھا انگریز کے دور میں مولوی عبدالوہاب غیر مقلد نے جماعت غرباء اہلحدیث کی بنیاد رکھی جس کا مقصد تحریک جہاد کو فیل کر کے انگریز کو خوش کرنا تھا۔ اس کو مسلمانوں کا اتفاق ہرگز پسند نہ تھا چنانچہ اس نے دہلی میں بارہ تکبیروں والی نماز عید شروع کر کے مسلمانوں میں نئے افتراق کا اضافہ کیا۔ اس کا یہ حربہ انگریز کو خوش کرنے کے لئے تھا۔

۲۸۔ اس دن سے عید جو مسلمانوں کے اجتماع اور خوشی کا دن تھا لڑائی فساد اور بغض و عناد کا دن بن گیا۔

۲۹۔ عوام جہال کو براہ راست احادیث کی کتابیں دیکھنے کی دعوت دی انہوں نے جب ہر باب میں مختلف احادیث دیکھیں ان میں تطبیق یا ترجیح کی اہلیت نہ تھی اس لئے وہ منکر حدیث بن گئے۔

۳۰۔ پھر اس فرقہ کے نزدیک جھوٹ بھی کوئی عیب نہیں بلکہ کمال ہے صرف عیدین کے بارہ میں جھوٹ ملاحظہ ہوں۔ ان کی مشہور کتاب حقیقۃ الفقہ میں لکھا ہے "نماز عید میں بارہ تکبیروں کی حدیث صحیح ہے ہدایہ ج ۱ ص ۲۶۶ شرح وقایہ ص ۱۵۱ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲ نمبر ۳۰۵) حالانکہ یہ ہدایہ اور شرح وقایہ دونوں پر سفید نہیں سیاہ جھوٹ ہے۔

۳۱۔ عیدین میں تکبیر جہر سے کہے یہی سنت ہے در مختار ج ۱ ص ۳۸۵، ہدایہ ج ۱ ص ۲۶۲ شرح وقایہ ص ۱۵۰ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲) یہ فقہ کی ان تینوں مشہور کتابوں پر بالکل جھوٹ ہے لعنة الله على الكاذبين۔ آمین ثم آمین

۳۲۔ عیدین میں چھ تکبیروں کی بابت ابن مسعود کا قول ہے ہدایہ ج ۱ ص ۲۶۵ شرح وقایہ ص ۱۵۲ (حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲) یہ بھی جھوٹ ہے۔ ہدایہ اور شرح وقایہ میں چھ تکبیروں کے ساتھ نماز پڑھنے کو ہی مذہب قرار دیا ہے۔

۳۳۔ دونوں رکعتوں میں قبل قرأت تکبیرات کہے قدوری ص ۴۰ (حقیقۃ الفقہ ج ۲

ص ۳۰۳ نمبر ۴۰۷) یہ بھی بالکل جھوٹ ہے قدوری میں نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جس طرح احناف کا عمل ہے۔

۳۴۔ تکبیر بلند آواز سے کہے راستہ میں اور عیدگاہ میں در مختار ج ا ص ۳۸۹ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۲ نمبر ۴۰۴) اس حوالے میں بھی فریب کیا یہ صرف عیدالاضحیٰ کے بارہ میں تھا مگر ناقل نے عیدالاضحیٰ کا ذکر حذف کر دیا۔

۳۵۔ عیدین میں سورت اعلیٰ اور غاشیہ پڑھنا مسنون ہے در مختار ج ا ص ۳۸۷ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ نمبر ۴۰۸)

۳۶۔ عیدالفطر کے دن خطیب صدقۃ الفطر کے مسائل بیان کرے در مختار ج ا ص ۳۸۵ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ نمبر ۴۰۹)

۳۷۔ مصافحہ بعد عید کے مکروہ ہے یہ طریقہ رافضیوں کا ہے۔ در مختار ج ا ص ۳۸۵ (حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ نمبر ۴۰۹)

۳۸۔ معانقہ بھی بعد عید کے بے اصل اور مکروہ ہے در مختار ج ا ص ۳۸۵ حقیقۃ الفقہ ج ۲ ص ۲۰۳ نمبر ۴۱۱۔ ان نمبر ۳۵ تا نمبر ۳۸ چاروں مسائل کی نسبت در مختار کی طرف محض جھوٹ ہے اگر کوئی لامذہب محمد یوسف جے پوری اور داؤد راز سے جھوٹ کی یہ سیاہی اتارنا چاہے تو ہدایہ۔ شرح وقایہ۔ قدوری در مختار کی اصل عربی عبارات پیش کرے جن کا یہ ترجمہ ہے۔

۳۹۔ ایک حدیث صحیح صریح غیر معارض پیش کریں کہ تکبیرات زائد امام جہراً کہے اور مقتدی آہستہ۔

۴۰۔ نماز عید میں زائد تکبیرات فرض ہیں یا واجب یا سنت وغیرہ حکم صریح حدیث سے دکھائیں۔

غیرمقلدین کی مشہور کتاب
"صلوۃ الرسول"
پر ایک تحقیقی نظر(۲)

اس میں شک نہیں کہ ایمان کے بعد نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور جہاد اہم عبادات ہیں۔ اور اس پر بھی تمام اہل اسلام کا اتفاق ہے کہ ان سب میں اہم ترین عبادت نماز ہے، جو ایمان کے بعد تمام فرائض پر مقدم ہے۔ اور قیامت میں سب سے اول اسی کا مطالبہ ہوگا۔ حضرت امام الانبیاء، خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو فرمایا: "صلوا کما رایتمونی اصلی" نماز اسی طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو اور اس بارہ میں جناب رسول اقدس ﷺ یہ بھی تاکید فرماتے کہ جماعت کی پہلی صف میں وہ لوگ کھڑے ہوں جو بالغ ہوں اور عقل مند بھی۔ پھر جو ان کے بعد ہوں، پھر ان کے بعد ہوں (مسلم، ابوداؤد) اور اس کی وضاحت خود یوں فرماتے کہ میرے قریب صف میں مہاجرین اور انصار کھڑے ہوں تاکہ وہ مجھ سے نماز سیکھیں اور محفوظ کریں (طحاوی) چنانچہ یہ بات بھی شک و شبہ سے بالا ہے کہ مہاجرین اور انصار نے آپ ﷺ کی نماز کو خوب سیکھا۔ اور وہ نماز روزانہ کم از کم پانچ مرتبہ حضرات صحابہ کے عمل میں رہی۔ پھر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) حضرت

عبداللہ بن مسعود ؓ (جو سابقین اولین میں سے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی مسواک اور لوٹا اور نعلین مبارکہ اور وسادہ مبارکہ کے دن رات کے خادم تھے) اور حضرت علی ؓ (جو آپ ﷺ کے داماد اور چوتھے خلیفہ راشد تھے) کی معیت میں ہزار سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کوفہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اس طرح جناب رسول اقدس ﷺ کی نماز پورے یقینی عملی تواتر کے ساتھ کوفہ پہنچی۔ اور پھر ہزارہا تابعین کرام نے ان صحابہ کرام کو نماز پڑھتے دیکھا۔ اور یہ نماز ان میں بھی پورے عملی تواتر سے محفوظ ہو گئی۔ جس طرح کتاب اللہ شریف متواتر تلاوت کے ساتھ ان میں محفوظ ہو گئی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قرآن پاک کی طرح یہ متواتر نماز بھی امت کو دی۔ لیکن جہاد اور دیگر مصروفیات کی بنا پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس متواتر نماز کو مدون نہ کر سکے۔

تدوین :

سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ جو تابعین میں سے ہیں جنہوں نے علیٰ اختلاف الاقوال ۵۹ سال یا ۵۰ سال یا کم از کم چالیس سال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ پایا۔ آپ نے سب سے پہلے نبی اقدس ﷺ کی متواتر نماز کو مکمل شکل میں اس طرح مرتب کروایا جس طرح سات قاریوں نے خدا تعالیٰ کی متواتر کتاب کو مرتب کیا۔ چنانچہ امام صاحب کی کتابوں کو ان کے شاگرد رشید امام محمد نے عام فہم ترتیب سے اپنی چھ کتابوں میں جمع کر دیا جن کو تواتر کی وجہ سے ظاہر الروایت کہتے ہیں۔ اور اسی لئے امام محمد کو "محرر مذہب نعمانی" کہا جاتا ہے۔ ان کے نام جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات، سیر صغیر اور سیر کبیر ہیں۔ فقہ حنفی کے متون متواترہ قدوری، کنز، نقایہ، وقایہ وغیرہ ان ہی کتابوں کو سامنے رکھ کر مرتب کئے گئے۔ حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے پہلے اسلام میں کوئی کتاب نہیں لکھی گئی جس میں نبی اقدس ﷺ کی متواتر نماز کی مکمل تدوین ہو۔ بلکہ مکمل دین کی پہلی

تدوین کا سہرا آپ ہی کے سر ہے اور اس حقیقت کا اعتراف اپنوں بیگانوں سب کو ہے۔ چنانچہ امام سیوطی شافعی تحریر فرماتے ہیں : من مناقب ابی حنیفة التی انفرد بھا انه اول من دوّن علم الشریعة ورتبه ابوابا ثم تبعه مالك بن انس فی ترتیب الموطا ولم یسبق ابا حنیفه احد (مقدمہ تنویر الحوالک از سیوطی) "امام ابو حنیفہ کے خصوصی مناقب میں سے جن میں وہ منفرد ہیں ایک یہ بھی ہے کہ وہی پہلے شخص ہیں جنہوں نے علم شریعت کو مدون کیا۔ اور اس کو ابواب پر ترتیب دیا۔ پھر امام مالک نے موطا کی ترتیب میں ان ہی کی پیروی کی اور اس امر میں امام ابو حنیفہ پر کسی کو سبقت حاصل نہیں ہے۔"

اس طرح قاضی ابوالعباس محمد بن عبداللہ بن ابی العوام اپنی کتاب "اخبار ابی حنیفہ و اصحابہ" میں بسند متصل امام شافعیؒ کی زبانی حافظ عبدالعزیز دراوردی سے نقل کرتے ہیں: کان مالك بن انس ینظر فی کتب ابی حنیفة وینتفع بھا۔ امام مالک بن انسؒ امام ابو حنیفہؒ کی تصانیف کا مطالعہ کرتے اور ان سے فائدہ اٹھاتے تھے۔ اور امام شافعی کا یہ مقولہ تو مشہور ہے: الناس عیال علی ابی حنیفة فی الفقه "لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے بال بچے ہیں"۔ یہ مانی ہوئی حقیقت ہے کہ "ولی را ولی مے شناسد" کہ ولی کی پہچان ولی ہی کر سکتا ہے۔ اسی طرح مجتہد کے بارہ میں مجتہد ہی کی رائے قابل اعتماد ہوتی ہے۔ بہرحال یہ قطعی حقیقت ہے کہ امام اعظم سے پہلے کی مکمل نماز یا مکمل دین کی تدوین پیش نہیں کی جا سکتی۔ یہی نماز کی پہلی جامع تدوین ہے جو خیرالقرون میں ہوئی اور خیرالقرون میں ہی اس کو تلقی بالقبول کا شرف نصیب ہوا، جو آج تک باقی ہے اور ان شاء اللہ العزیز قیامت تک باقی رہے گا۔

چار مذاہب :

جس طرح کتاب اللہ شریف کو سات قاریوں نے مکمل طور پر مرتب کیا

اور یہ ساتوں قراء تیں متواتر ہیں اور ان میں مختلف قراء توں کو محفوظ کرلیا گیا ہے۔ اور مختلف علاقوں میں ایک ایک قراء ت ہی تلاوتاً متواتر ہے' اسی طرح سنت محمدیہ ﷺ کے مکمل متفق علیہ اور مختلف فیہ پہلوؤں کو چار مذاہب کی شکل میں محفوظ کرلیا گیا ہے۔ یہ چاروں مذاہب مکمل بھی ہیں اور متواتر بھی۔ اور یہ چاروں راستے منزل محمدی تک پہنچاتے ہیں۔ یہ مختلف علاقوں میں ایک ایک مذہب ہی عملاً متواتر ہیں۔ جس طرح سات قراء توں کا کبھی یہ مطلب نہیں لیا جاتا کہ پہلے قاری نے جو قرآن مرتب کیا اس میں کچھ غلطیاں تھیں' اس لئے دوسرے قاری نے دوسری قراء ت مرتب کی۔ پھر تیسرے قاری کو پہلی دونوں قراء توں میں غلطیاں ملیں تو اس نے تیسری قراء ت مرتب کی۔ اسی طرح ساتویں قاری نے پہلی چھ کی چھ قراء توں کو غلط قرار دیا اور ساتویں قراء ت مرتب کی۔ بلکہ ساتوں قاری سب قراء توں کو درست کہتے ہیں۔ البتہ بعض مختلف قراء توں کو محفوظ کرنے کے لئے ہر قاری صاحب نے ایک ایک پہلو کو محفوظ کرلیا۔ اسی طرح امام اعظمؒ نے اپنے مذہب میں اختلافی پہلوؤں کو لے لیا جو ان کے ہاں عملاً متواتر تھے۔ اس کے بعد امام مالکؒ نے اپنے مذہب کے بعض ان پہلوؤں کو لے لیا جو ان کے ہاں عملاً متواتر تھے۔ پھر امام شافعیؒ اور امام احمدؒ نے بعض دوسرے مختلف پہلوؤں کو محفوظ فرمالیا۔ کسی ایک نے بھی دوسرے کے مذہب کو باطل قرار نہیں دیا۔ اس لئے اہل سنت والجماعت میں ہمیشہ سے قرآن پاک کی مختلف قراء توں کے بارہ میں بھی یہی طریق رہا ہے کہ جس ملک میں جو قراء ت تلاوتاً معروف اور متواتر ہے' اسی پر وہاں تلاوت کی جائے گی' نہ ہی دوسری قراء توں کی تردید کی جائے گی اور نہ ہی علاقہ کے عملی تواتر سے ٹکراؤ پیدا کرکے امت میں کوئی فتنہ کھڑا کیا جائے گا' کیونکہ الفتنة اشد من القتل۔ فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے اور الفتنة اکبر من القتل۔ اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ بڑا ہے۔ اس لئے امت میں فتنہ

کھڑا کرنا سخت حرام ہے۔ یہی طریقہ شروع سے سنت کے چار مذاہب کے بارہ میں رہا کہ جس ملک میں حنفی مذہب عملاً متواتر ہے' وہاں سب مسلمان اسی مذہب کے مطابق سنت نبوی ﷺ پر عمل کریں گے۔ اور جتنے بھی کافر' مسلمان ہوں گے وہ سب حنفی مذہب کو ہی قبول کریں گے۔ چنانچہ پاک و ہند میں صرف حنفی مذہب ہی عملاً متواتر رہا۔ اس لئے سب اہل سنت صرف حنفی ہی رہے۔ اور لاکھوں کافر جو اسلام میں داخل ہوئے وہ حنفی ہی بنے۔ اسی طرح ہمارے قریب سری لنکا میں سنت نبوی شافعی مذہب کے مطابق متواتر ہے تو وہاں کے سب اہل سنت شافعی المذہب ہی ہیں اور جتنے کافر مسلمان بنے وہ شافعی ہی بنے۔ اسی طرح نجد میں حنبلی اور حبشہ میں مالکی ہیں۔ اس لئے اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ اپنے اپنے علاقے میں ہر مذہب والے کی نماز یقیناً قبول ہے اور اجتہادی اختلافی مسائل میں ہر ہر مذہب والے کو ایک اجر ملنے کا پختہ یقین ہے۔ اور دوسرے اجر کی ہر ایک کو خدا تعالیٰ کی رحمت واسعہ سے امید ہے۔

خیرالقرون :

آنحضرت ﷺ نے تین زمانوں کو بہترین زمانے فرمایا۔ حکیم صادق سیالکوٹی غیر مقلد نے اپنی نام نہاد کتاب "سبیل الرسول" میں امام شافعیؒ کے مقلد حافظ ابن حجرؒ عسقلانی کی کتاب فتح الباری کے حوالہ سے خیرالقرون کا زمانہ ۲۲۰ھ تک قرار دیا ہے (ص۱۳۹) اس سے معلوم ہوا کہ قرآن پاک کی ساتوں قراء تیں بھی خیرالقرون میں ہی مرتب اور متواتر ہوئیں۔ اور سنت کے چاروں مذاہب بھی خیرالقرون میں ہی مرتب اور متواتر ہوئے۔ چنانچہ حکیم صادق صاحب نے ہی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہ ۱۵۰ھ میں امام مالک ۱۷۹ھ میں' امام شافعی ۲۰۴ھ میں اور امام احمد بن حنبل ۲۴۱ھ میں واصل بحق ہوئے۔ جب کہ صحاح ستہ میں سے ایک کتاب بھی خیرالقرون میں موجود نہ تھی۔ کیونکہ امام بخاری ۲۵۶ھ' امام مسلم

۲۶۱ھ' امام ترمذی ۲۷۹ھ میں' امام ابوداؤد ۲۷۵ھ' امام نسائی ۳۰۳ھ اور امام ابن ماجہ ۲۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ یہ محدثین کرام رحمہم اللہ خیرالقرون کے بعد ہوئے۔ ان سے قبل جس طرح قرآن کی سات قراء تیں متواتر تھیں' اسی طرح سنت کے چار مذاہب اپنے اپنے علاقہ میں عملاً متواتر تھے۔ اس لئے یہ حضرات جس طرح اسی قراءت کے پابند تھے جو ان کے علاقہ میں تلاوتاً متواتر تھی' اسی طرح یہ حضرات سنت پر عمل کرنے کے لئے اسی مذہب کے پابند تھے جو ان کے علاقہ میں عملاً متواتر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی مکمل دین تو کیا نماز کے مکمل احکام پر بھی کوئی کتاب نہ لکھی۔ کیونکہ اب اس کی ضرورت باقی نہ تھی۔ چنانچہ طبقات کی کتابوں میں امام بخاری' امام مسلم' امام نسائی' امام ترمذی' امام ابن ماجہ کا ذکر طبقات شافعیہ میں ہے اور امام ابوداؤد کا ذکر طبقات حنابلہ میں ہے۔ اس لئے ان حضرات نے اختلافی مسائل میں اپنے اپنے مذہب کے دلائل کا انتخاب فرمایا۔ اور دوسرے مذاہب کی تردید کے لئے کوئی ابواب اپنی کتابوں میں نہیں باندھے۔

نئی "صلوۃ الرسول" :

خیرالقرون سے لے کر تقریباً ساڑھے تیرہ صدیاں گزر گئیں۔ قرآن پاک کی تلاوت سات ہی قراءتوں میں کسی ایک متواتر قراءت پر جاری رہی اور نماز بھی ان ہی چار مذاہب کے مطابق اپنے اپنے علاقہ میں پڑھی جاتی رہی۔ ان تیرہ صدیوں میں دنیا کے کونے کونے سے لوگ حج بیت اللہ کے لئے جاتے رہے۔ حرمین شریفین سب کا مرکز ہے۔ وہاں حنفی بھی آتے' مالکی بھی' شافعی بھی' حنبلی بھی' لیکن جس مذہب پر جاتے اسی پر واپس آتے۔ پاک و ہند سے تیرہ صدیوں میں جتنے لوگ حج کے لئے گئے وہ حنفی ہی گئے حنفی ہی واپس آئے۔ سری لنکا سے تیرہ صدیوں میں جتنے حاجی حج کرکے آئے وہ شافعی ہی گئے اور شافعی ہی واپس آئے۔

حرمین شریفین والوں نے کبھی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی نماز کو غلط نہ کہا۔ بلکہ الملک الظاہر نے ۶۶۵ھ میں چار قاضی مقرر فرمائے، کیونکہ لم یبق فی مجموع امصار الاسلام مذهب یعرف من مذاهب اہل الاسلام سوی هذه المذاهب الاربعة۔ کیونکہ اسلامی دنیا میں ان چار مذاہب حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کے سوا کسی مذہب کا نشان تک باقی نہ رہا (خبیه الاکوان فی افتراق الامم علی المذاهب والادیان ص ۲۳۴) اور ۸۰۱ھ سے مکہ مکرمہ میں چار مصلے بچھائے گئے۔ مصلی حنفی، مصلی مالکی، مصلی شافعی، مصلی حنبلی اور تقریباً ۱۳۶۲ھ تک یہ چار مصلے رہے۔ ان چار کے علاوہ نہ نماز کا کوئی پانچواں طریقہ اہل سنت میں رائج تھا، نہ ان چار کے علاوہ کسی مذہب کا نام و نشان تک تھا۔

جب نجدی حنبلی یہاں برسراقتدار آئے تو انہوں نے ایک حنبلی مصلی باقی رکھا اور باقی تین مصلے اٹھا دیئے۔ جب وہاں چار مصلے تھے غیر مقلدین کا مصلی اس وقت بھی وہاں نہ تھا۔ اور آج ایک مصلی ہے تو آج بھی غیر مقلدین کا مصلی حرم پاک میں نہیں ہے۔ ملک ظاہر نے جب چار مصلے بچھائے تھے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اہل سنت کے چار ہی مذہب ہیں پانچواں کوئی مذہب نہیں اور یہ بھی مقصد تھا تاکہ لوگوں کو پتہ رہے کہ جس طرح یہ مصلے گنتی میں چار ہیں مگر قبلہ سب کا ایک ہی ہے، اسی طرح اگرچہ یہ مذاہب گنتی میں چار ہیں مگر مقصد سب کا ایک ہی ہے، یعنی اتباع سنت۔ جس طرح قراء تیں اگرچہ گنتی میں سات ہیں مگر مقصد سب کا ایک ہی ہے، تلاوت قرآن پاک۔ چونکہ ۱۷۰ھ سے لے کر ۱۳۶۰ھ تک حرمین شریفین کی حکومت حنفیوں کے پاس رہی اور حنفی ان چاروں مذاہب میں بڑے بھائی ہیں اور بڑوں کا حوصلہ بھی بڑا ہوتا ہے، اس لئے انہوں نے تینوں چھوٹے بھائیوں کو بھی ساتھ رکھا۔ اور جب حنابلہ یہاں برسراقتدار

آئے ' یہ ان چاروں میں سب سے چھوٹے بھائی تھے اور چھوٹوں کا حوصلہ بھی چھوٹا ہوتا ہے ' اس لئے ان حضرات کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اگر بڑے بھائیوں کے مصلّے باقی رکھے گئے تو ہمارے چھوٹے مذہب کو سیاسی استحکام بالکل نصیب نہیں ہو گا۔ اس لئے یہ ان حضرات کی سیاسی ضرورت تھی جس سے وہ مجبور تھے۔ ورنہ یہ ایک مسلمہ تاریخی حقیقت ہے کہ اہل سنت کے چار ہی مذاہب ہیں۔ چنانچہ علامہ عبدالرحمٰن الجزیری المتوفی ۱۳۶۰ھ نے کتاب الفقہ علی المذاھب الاربعہ مرتب فرمائی۔ معلوم ہوا کہ ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱ء) تک کوئی لامذہب فرقہ تھا ہی نہیں ' تمام کے تمام اہل سنت مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی مذہب کے پابند تھے۔

دور برطانیہ :

کسی اسلامی حکومت میں تو کسی لامذہب فرقہ کی گنجائش تھی ہی نہیں ' چنانچہ برطانوی ہندوستان میں ملکہ وکٹوریہ نے مذہب سے آزادی کا اشتہار دیا ' تو چاروں مذاہب سے آزاد ایک لامذہب فرقہ پیدا ہوا۔ اس نئے فرقے کو ایک نئی نماز کی ضرورت پڑی۔ چنانچہ یکم ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ مطابق یکم فروری ۱۹۴۹ء میں رسول اقدس ﷺ کے وصال کے ۱۳۵۸ سال بعد ایک نئی نماز حکیم محمد صادق سیالکوٹی نے لکھی اور اس کتاب کا نام "صلوۃ الرسول" رکھا۔ یکتبون الکتاب بایدیھم ثم یقولون ھذا من عند اللہ۔

مکمل سے ناقص کی طرف :

مذاہب اربعہ کی نماز کا طریقہ نہایت مکمل تھا۔ ایک ایک شرط ' ایک ایک رکن ' ایک ایک موکدہ سنت ' ایک ایک مستحب ' ایک ایک مباح ' ایک ایک مکروہ اور ایک ایک مفسد نماز کا تفصیلی ذکر ملے گا۔ لیکن اس کتاب میں آپ کو یہ تو ملے گا کہ سورۃ فاتحہ فرض ہے ' لیکن آپ چاہیں کہ نماز کی مکمل شرائط اور مکمل

ارکان آپ تلاش کرلیں تو ساری عمر خوردبین لگاکر بھی تلاش کریں تو ناکام رہیں گے۔ جب مکمل فرائض ہی اس کتاب میں مذکور نہیں تو مکمل سنتیں ' پورے مستحبات ' سارے مکروہات اور تمام مفسداتِ نماز کہاں سے ملیں گے۔ احکامِ نماز کا ایک باب بھی اس میں آپ کو پورا نہیں ملے گا۔ آپ اس کتاب کو لے کر بیٹھ جائیں اور غیر مقلد عالم سے پوچھیں کہ اس میں سورت فاتحہ کو ہر رکعت میں فرض لکھا ہے ' لیکن نہ تو فرض کی جامع مانع تعریف اس میں قرآن یا حدیث کے ترجمہ سے لکھی اور نہ ہی فرض کے منکر یا اس کے چھوڑنے والے کا حکم قرآن و حدیث سے بیان کیا۔ اور نہ ہی یہ بتایا کہ دو رکعت نماز میں کل فرائض کتنے ہیں۔ اسی طرح تکبیر سے خالی متعارض رفع یدین کو سنت مؤکدہ کہہ دیا مگر دو رکعت میں کل سنتیں کتنی ہیں اس کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ کیا قیامت کے دن نماز کے مکمل فرائض اور سنتوں کا حساب ہوگا یا صرف ایک دو فرضوں اور سنتوں کا حساب ہوگا۔ جن کو پورے فرائض اور پوری سنتوں کا علم ہی نہ ہوگا وہ پورا عمل کیسے کرسکتے ہیں۔ نہ اس میں مکروہاتِ نماز کی تفصیل ہے اور نہ ہی مفسدات کی۔

یقین سے ظن کی طرف :

مذاہب اربعہ کی نمازیں ساتوں قراء توں کی طرح متواتر ہیں اور تواتر سے یقین پیدا ہوتا ہے۔ جس طرح خانہ کعبہ شریف کو دیکھنے والے کو اس کا یقین ہے ' اسی طرح اس کے وجود کی متواتر خبر سے یقین پیدا ہوتا ہے اور شہرت سے اطمینان پیدا ہوتا ہے۔ اور تواتر اور شہرت کی ابتداء کا تعلق خیرالقرون کے ساتھ ہے۔ تواتر تو قرن اول سے ہی شروع ہوجاتا ہے اور شہرت کا تعلق قرن دوم اور سوم سے ہوتا ہے۔ مذاہب اربعہ چونکہ خیرالقرون میں متواتر اور مشہور ہوگئے اس لئے اہل سنت کو ان پر یقین اور اطمینان ہے۔ اور چودھویں صدی کی نماز نہ متواتر ہے نہ مشہور ' یعنی اس کا ثبوت نہ سورج کی طرح نہ بدر کامل کی طرح۔ بلکہ

اس کا ثبوت پہلی رات کے چاند کی طرح ہے۔ سورج اور بدر کامل کسی گواہی کا محتاج نہیں ہوتا۔ پھر بھی اس کے وجود کا یقین ہوتا ہے۔ مگر پہلی رات کا چاند بعض اوقات گواہی کا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے ان گواہوں کی پرکھ ضروری ہوتی ہے۔ گواہ سچا ہو تو اس کی گواہی قبول کی جاتی ہے۔ جھوٹا ہو تو اس کی گواہی رد کردی جاتی ہے۔ مذاہب اربعہ کی نماز اپنے اپنے علاقہ میں ساتوں قراءتوں کی طرح متواتر ہے۔ اس لئے جس طرح قرآنِ متواتر کے ثبوت میں ہم صحاح ستہ یا اخبار احاد کے محتاج نہیں' اسی طرح عملی متواتر نماز کے ثبوت کے لئے ہم صحاح ستہ اور اخبار احاد کے محتاج نہیں۔ ہمارا قرآن اور ہماری نمازیں صحاح ستہ کے وجود سے پہلے سے متواتر ہیں۔ وہ صحاح ستہ کے بعد مرتب نہیں کی گئیں کہ وہ صحاح ستہ کی محتاج ہوں۔ کسی چیز کا یقین حصول یا مشاہدہ سے ہوتا ہے یا تواتر سے۔ مذاہب اربعہ کی نمازیں عملی تواتر سے ثابت ہیں۔ اس لئے ان کو اپنی اپنی نماز پر یقین ہے۔ غیر مقلدین کی نماز جو حکیم صادق صاحب نے ۱۳۶۸ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۳۵۸ سال بعد مرتب کی' نہ تو اس نے براہ راست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا مشاہدہ کیا اور نہ ہی اس کی بنیاد کسی عملی تواتر یا شہرت پر ہے نہ ہو سکتی ہے۔ کیونکہ متواتر وہ ہے جو قرن اول سے ہی متواتر ہو جائے اور مشہور وہ ہے جو تابعین یا تبع تابعین کے دور میں شہرت پالے۔

جائز اور ناجائز تقلید :

اہل سنت کا اتفاق ہے کہ اجتہادی مسائل میں مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے اس مجتہد کی جس کا مجتہد ہونا دلیل شرعی اجماع امت سے ثابت ہو اور اس کا مذہب اصول و فروع کے اعتبار سے مکمل' مدون اور متواتر ہو۔ اور غیر مقلد پر تعزیر واجب ہے۔ حکیم صادق صاحب نے اپنی نماز کا دارومدار اخبارِ احاد پر رکھا جس میں تین باتیں زیر بحث آتی ہیں : (۱) ثبوت'

(۲) احکام '(۳) بوقت تعارضِ احادیث میں سے ایک کا قبول دوسری کا ترک۔

پہلی بحث :

(بحث ثبوت) میں بھی ہم صرف اور صرف امتیوں کے محتاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ۔ نہ کسی ایک حدیث کو بھی نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اس لئے غیر مقلد جو یہ جھوٹا دعویٰ کرتا ہے کہ دلیل صرف اللہ اور رسول کی بات ہے اور بے دلیل کسی امتی کی بات ماننا شرک ہے۔ ان کو نہ کسی حدیث کو صحیح کہنے کا حق ہے نہ ضعیف کہنے کا اور اپنی یا کسی امتی کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہنے سے وہ مشرک ہو جاتے ہیں 'اہل حدیث نہیں رہتے۔ ہاں مقلدین کے ہاں اجماع اور اجتہاد بھی دلیل شرعی ہیں 'اس لئے وہ صاف اعتراف کرتے ہیں کہ اس حدیث کو اللہ اور رسول نے نہ صحیح فرمایا نہ ضعیف۔ اب اگر چاروں ائمہ مجتہدین نے اس کو قبول کیا تو بدلیل اجماع ہمارے نزدیک صحیح ہے اور اگر چاروں اماموں نے بالاتفاق اس پر عمل نہیں کیا تو وہ بالاجماع متروک ہے اور اگر ائمہ اربعہ میں اس مسئلہ میں اختلاف رائے ہے تو جس پر ہمارے امام کا عمل ہے ہمارے ہاں وہ عمل کے لئے راجح ہے' اس کے مخالف مرجوح' کیونکہ امام کا دعویٰ ہے: اذا صح الحدیث فھو مذھبی۔ لیکن حکیم صاحب نے کسی حدیث کو صحیح مانا ہے تو اپنی رائے سے یا بعض اخبارات نے ان کو صحیح کہہ دیا ہے اور حکیم صاحب اور یہ اخبارات نہ خدا ہیں نہ رسول کہ ان کی بات ہمارے ہاں اور غیر مقلدین کے ہاں حجت ہو۔ اور نہ وہ اجماع ہیں نہ مجتہد کہ جن کی بات ہمارے ہاں حجت ہو۔ آپ کے ہاں تو ان کی تقلید شرک ہے اور اس کتاب کے مخرج اور مصحح نے بعض مقلدین کے اقوال و آراء سے احادیث کا صحیح' حسن یا ضعیف ہونا بیان کیا ہے۔ اور اپنے اس جھوٹے دعویٰ پر کہ ہمارے ہاں دلیل صرف اور صرف خدا اور رسول کا فرمان ہے' پختہ مہر لگا دی ہے۔ پھر جن کی آراء کو

قبول کر کے ان کو اربابا من دون اللّٰہ مان لیا ہے ان میں نہ کوئی صحابی ہے نہ تابعی نہ تبع تابعی۔ عموماً پانچویں سے نویں صدی کے مقلدین کی بے دلیل آراء ذکر کی ہیں۔ غیر مجتہد کے لئے مجتہد کی تقلید تو جائز ہے۔ فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ لیکن غیر مجتہد کے لئے غیر مجتہد کی تقلید کا کوئی جواز نہیں۔

دوسری بحث (بحث احکام) :

مجتہدین اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز میں کچھ فرائض ہیں، کچھ سنن، کچھ مستحبات، کچھ چیزوں سے نماز مکروہ ہوتی ہے کچھ سے فاسد۔ اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ احکام صراحتاً منصوص نہیں ہیں۔ اس لئے جو احکام مذاہب اربعہ میں بالاتفاق فرض یا سنت وغیرہ ہیں وہ احکام دلیلِ اجماع سے ثابت ہیں اور جن میں مذاہب اربعہ میں اختلافِ اجتہاد ہے ان میں ہر مذہب اپنے مجتہد سے احکام اخذ کرتا ہے کہ کن افعال یا اذکار کے کرنے یا چھوڑنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے اور کن کے کرنے یا چھوڑنے سے سجدۂ سہو کرنا پڑتا ہے اور کن کے کرنے یا چھوڑنے سے نماز ہوجاتی ہے، صرف ثواب میں کمی ہوتی ہے۔ حکیم صاحب نے جو احکام فرض، سنت وغیرہ بیان کئے ہیں وہ صرف اپنی رائے سے بیان کئے ہیں کہ وہ فرض ہے یا سنت ہے وغیرہ۔ اور بالاتفاق حکیم صادق کی رائے دلیل شرعی نہیں، کیونکہ حکیم صاحب نہ خدا ہیں نہ رسول، نہ اجماع نہ مجتہد۔ اس لئے اپنی رائے سے حکیم صاحب کا کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہہ کر اور اپنی رائے سے فرض و سنت کا حکم لگا کر کتاب کا نام صلوۃ الرسول رکھنا دراصل حکیم صاحب کا دعویٰ رسالت ہے اور باقی غیر مقلدین ان کی رائے کو حکمِ رسول مان کر اس کے رسول ہونے کا التزام کر رہے ہیں۔ اسی طرح اپنی یا کسی دوسرے مقلد یا غیر مقلد کی رائے سے کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف کہہ کر یا کسی چیز کو اپنی یا کسی امتی کی رائے سے فرض سنت کہہ کر اپنا نام اہل حدیث رکھنا گویا اللہ کے رسول پر جھوٹ

بولنا ہے۔ کیونکہ جب یہاں حدیث کا کوئی فیصلہ ہے ہی نہیں تو یہ اہل حدیث کیسے؟

تیسری بحث (انتخاب احادیث) :

اس بات پر بھی اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ اکثر متعارض احادیث میں خدا تعالیٰ اور رسول پاک ﷺ کا کوئی فیصلہ موجود نہیں کہ فلاں حدیث صحیح ہے فلاں ضعیف یا فلاں ناسخ ہے' فلاں منسوخ یا فلاں راجح ہے' فلاں مرجوح۔ اس لئے ان فیصلوں میں بھی مذاہب اربعہ والے اجماعی فیصلوں میں ائمہ اربعہ کے اجماعی فیصلوں کے پابند ہیں اور اختلافی مسائل میں اپنے اپنے مجتہد کے فیصلوں کے پابند ہیں۔ حکیم صادق صاحب نے بھی اختلافی مسائل میں بعض احادیث کو لیا اور بعض کو ترک کیا۔ یقیناً یہ اللہ و رسول کا فرمان تو حکیم صاحب پر نازل نہیں ہوا تھا کہ یہ حدیث لکھ لو وہ چھوڑ دو۔ یقیناً یہ سب کچھ حکیم صاحب نے اپنی رائے سے کیا مگر اپنے انتخاب کو نام "صلوۃ الرسول" کا دے دیا تاکہ لوگ اس دھوکے میں پڑ جائیں کہ شاید یہ انتخاب خدا و رسول کا ہے۔ اور کتنے جاہلوں نے اس نام سے دھوکہ کھا کر اس انتخاب کو رسول کا انتخاب سمجھ کر حکیم صادق کو رسول مان لیا۔ الغرض! حکیم صاحب نے یقین و اطمینان سے ہٹا کر لوگوں کو ظنون کی وادی میں دھکیل دیا اور ظنون بھی نااہل غیر مجتہد کے اور اپنے ظنون کو احکام رسالت بنا کر پیش کر دیا۔

اصول سے بے اصولی کی طرف :

مذاہب اربعہ میں نماز اور دیگر مسائل کی تدوین بااصول طریقہ سے ہوئی۔ چنانچہ مذاہب اربعہ کے اپنے اپنے اصول فقہ ہیں۔ یہ اصول مجتہدین کے اجتہاد پر مبنی ہوتے ہیں۔ اس لئے ان میں سے جن پر چاروں مذاہب کا اتفاق ہے وہ اصول اجماعی کہلاتے' جو اہل سنت کے ہاں حجت ملزمہ ہیں اور جن پر اجماع نہیں ہوا وہ اجتہادی کہلاتے ہیں اور وہ اہل سنت کے ہاں حجت مطمئنہ ہیں۔ لیکن غیر

مقلدیت نہ کوئی مذہب ہے اور نہ ان کا کوئی اصول فقہ ہے۔ اس لئے یہ بے اصول اور لامذہب فرقہ ہے۔ اس فرقے کی پیدائش کا ایک ہی مقصد تھا کہ یہ مسجد کو جو تیرہ سو سال سے خالص عبادت گاہ تھی خالص میدان جنگ بنا دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کا اتفاق و اتحاد پارہ پارہ ہو جائے اور حکومت برطانیہ کی پالیسی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کو مضبوط کیا جا سکے۔ مذاہب اربعہ کا ایک خاص اصول تھا کہ جس طرح کسی کتاب میں اختلافی قراءت پہ نظر پڑے تو اسی قراءت کو راجح قرار دیا جائے جو اس علاقہ میں قراءۃ متواتر ہو۔ اسی طرح اختلافی احادیث میں ان احادیث پہ عمل کیا جائے جو اس علاقہ میں عملاً متواتر ہوں۔ اس کے برعکس غیر مقلدین کا اصول یہ ہے کہ جن احادیث مبارکہ کی پشت پر اس علاقہ کا عملی تواتر ہے ان احادیث کا پوری ڈھٹائی سے انکار کر دیا جائے۔ اور تواتر عملی کے خلاف شاذ روایات پر عمل کر کے عملی تواتر سے ٹکراؤ کر کے مساجد کو میدان جنگ بنا دیا جائے۔ چنانچہ حکیم صادق صاحب نے اس کتاب میں اختلافی مسائل میں اسی بات کو مد نظر رکھا کہ عملی تواتر والی احادیث سے بھرپور ٹکراؤ پیدا کر کے اہل سنت میں انتشار پیدا کر کے حکومت برطانیہ کی خوشنودی حاصل کی۔

صلوۃ الرسول کے ماخذ :

یہ بات تو واضح ہو چکی کہ صلوۃ الرسول کی تحریر اہل سنت کے عملی تواتر والی احادیث سے ٹکراؤ کے لئے عمل میں آئی۔ غیر مقلدین کا پروپیگنڈہ یہ ہوتا ہے کہ ہماری نماز کے تمام مسائل اور احکام بخاری شریف کے ترجمہ سے ثابت ہیں۔ جب اس بات میں جھوٹے ہو جاتے ہیں تو ساتھ مسلم شریف کا نام بھی ملا لیتے ہیں کہ بخاری و مسلم سے ہماری نماز کے مکمل احکام ثابت ہیں۔ لیکن جب اس بات میں بھی جھوٹے ہو جاتے ہیں تو آخری تان اس بات پر توڑی جاتی ہے کہ ہم صحاح ستہ (بخاری، مسلم، نسائی، ابو داؤد، ترمذی، ابن ماجہ) کے علاوہ کسی کتاب کو نہیں

مانتے۔ اس لئے ہمارے سامنے صحاح ستہ کے علاوہ کوئی حدیث پیش کی گئی تو ہم فوراً سمعنا کے بعد عصینا کا نعرہ لگادیں گے۔ مگر صلوۃ الرسول جیسی ناقص کتاب جس میں فرائض و سنتیں بھی مکمل نہیں ہیں ساٹھ سے زائد کتابوں سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ موطا امام مالک' موطا امام محمد' مسند احمد' بخاری' دارمی' مسلم' ابن ماجہ' ابوداؤد' ترمذی' نسائی' ابویعلی' ابن خزیمہ' معجم طبرانی کبیر' معجم اوسط' دارقطنی' مستدرک حاکم' جزء القراۃ بخاری' سنن بیہقی' شعب الایمان' شرح السنہ' ابن حبان' محلی ابن حزم' تہذیب السنن' خطابی مجمع الزوائد' کنزالعمال' تنسیق النظام' مشکوۃ' ترغیب و ترہیب' بلوغ المرام' المغنی ابن قدامہ' عون المعبود' فتح الباری' قاموس' قوت المغتذی' التعلیق الممجد' تاج العروس' البنایہ شرح ہدایہ' عارضۃ الاحوذی' عمدۃ الرعایہ' غایۃ المقصود' غنیۃ الطالبین' کامل ابن عدی' جامع الصغیر' مسند الشہاب' مراسیل ابی داؤد' عبدالرزاق' نصب الرایہ' درایہ' تلخیص الحبیر' ہدایہ' حجۃ اللہ البالغہ' حصن حصین' قطف الازہار' اللالی المتناثرہ' نظم المتناثر' زادالمعاد' در مختار' ذخیرہ' سفرالسعادۃ' معالم السنن' کتاب الدعاء طبرانی' عمل الیوم واللیلہ نسائی' عمل الیوم واللیلہ ابن السنی' ابن ابی شیبہ' فتاویٰ نذیریہ' ادب المفرد' قیام اللیل مروزی' فتح القدیر' فتاویٰ قاضی خاں۔

ان میں جو حدیث کی کتابیں ہیں وہ یا مجتہدین کی ہیں یا مقلدین کی۔ غیر مقلدین مجتہدین کے قیاس کو قیاس ابلیس اور مقلدین کو مشرک' بے علم' جانور اور نہ جانے کیا کچھ کہتے ہیں۔ ان میں حنفیوں کی کتابیں بھی ہیں' شافعیوں کی بھی' مالکیوں کی بھی' حنبلیوں کی بھی۔ شرم و حیا اور غیرت کا کمال ہے کہ جن کو شیطان اور مشرکین کہا جاتا ہے انہیں کے دروازے پر کاسہ گدائی لے کر کھڑے ہیں اور نماز کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ اور یہ مثال پوری کر رہے ہیں: "کہیں کی اینٹ کہیں

کا روڑا' بھان متی نے کنبہ جوڑا۔" یہ ایسی ہی کوشش ہے کہ کوئی شخص ساتوں قاریوں کو گالیاں بھی بکے' پھر کوئی آیت کسی قراءت کی کوئی کسی قراءت کی اور اس میں کچھ شاذ اور متروک قراءتیں ملا کر اس کا نام "قرآن رسول" رکھے اور شور مچادے کہ چودہ سو سال والا متواتر قرآن غلط ہے۔ یہ اصل قرآن ہے جس کی دریافت نبی ﷺ سے چودہ سو سال بعد ہوئی۔

مثال : اس کی ایسی مثال ہے کہ دنیا میں چار طریق علاج ہیں: یونانی' ایلو پیتھی' ہومیو پیتھی' آریو ویدک۔ ان کے اصول علاج مختلف ہیں۔ کسی کے ہاں گرمی کا علاج سرد دوا سے کیا جاتا ہے۔ کسی کے ہاں اصول یہ ہے کہ گرمی کو گرمی ہی کاٹتی ہے۔ اب ایک آدمی سب اصولوں سے نظر ہٹا کر چاروں طریقوں سے' ہر ایک سے ایک چوتھائی دوائی اچک لے اور کچھ اپنی طرف سے سب کے خلاف بھی اضافے کرے اور اس کا نام نسخہ رسول رکھ دے۔ تو جس کو جان پیاری ہے وہ کبھی اس نیم حکیم خطرۂ جان کے قریب نہ جائے گا۔ اسی طرح جس کو ایمان پیارا ہے وہ ایسے نیم ملا خطرۂ ایمان سے کوسوں دور بھاگے گا۔ ہاں جن کو نہ جان کی پرواہ نہ ایمان کی' وہ ضرور اس فریب میں پھنسیں گے۔

تائیدات :

مذاہب اربعہ کی نماز کو خیرالقرون کے عملی تواتر اور شہرت کی تائید حاصل تھی۔ اس کے مقابلہ میں اس نماز کی تائید و تصدیق چودھویں صدی کے اخبارات اور چند غیرمقلدین سے کرائی گئی۔ روزنامہ ڈان کراچی' روزنامہ انقلاب لاہور' ہفت روزہ آفاق لاہور' ماہنامہ صحیفہ کراچی' روزنامہ احسان لاہور' روزنامہ زمیندار لاہور' روزنامہ نوائے پاکستان لاہور' ماہنامہ الحمراء لاہور' روزنامہ الاعتصام لاہور' ہفت روزہ نوائے ملت مردان' پندرہ روزہ نور توحید لکھنؤ' ماہنامہ فاران کراچی' روزنامہ نوائے وقت لاہور' ماہنامہ ترجمان دہلی۔ ان چودہ

اخبارات کے علاوہ مولانا محمد داؤد غزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی، مولانا عبداللہ ثانی امرتسری، مستری نور حسین گھرجاکھی، مولانا احمد دین گکھڑوی، مولانا محمد گوندلوی نے بھی اس کتاب کی تائید و تصدیق فرمائی۔ ان حضرات کی آراء کے بعد حکیم صادق صاحب نے یہ دعویٰ کیا "کتاب ہذا کا یہ ایڈیشن بڑی چھان بین اور حک و اضافہ کے ساتھ شائع کیا گیا ہے، جو صحت استدلال اور دیگر خوبیوں کے لحاظ سے ہر طرح تکمیل بردوش ہے۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے، آمین (محمد صادق)۔ مگر مولوی عبدالرؤف غیر مقلد فاضل مدینہ یونیورسٹی نے لاہور اور کراچی کے اخبارات اور سب علماء کی تصدیقات بھی حذف کردیں اور یہ عبارت بھی بالکل حذف کردی۔ جناب زبیر علی زئی اور جناب مبشر ربانی ایڈیٹر الدعوۃ نے بھی حکیم صاحب کے اس دعویٰ کو حذف کردیا (دیکھو تسہیل الوصول) مگر جناب زبیر علی زئی اور جناب مبشر احمد ربانی صاحب باوجود اس کے کہ اس کے دعویٰ کی صحت کے قائل نہیں رہے مگر پھر بھی اس کو قرآن پاک کی طرح بے مثل مانتے ہیں۔ چنانچہ صادق صاحب کے اس دعویٰ "ہزار نقش برآید زکلک صنع دیکے۔ بدلپزیری نقش نگار مانرسد" جس میں اس کے بے مثل ہونے کا دعویٰ ہے برقرار رکھتے ہیں (ص۵)

دور تحقیق :

تقریباً چالیس سال تک تمام غیرمقلدین حکیم صادق صاحب کی اندھی تقلید میں اس کتاب کو مثل قرآن ایک بے مثل کتاب سمجھتے رہے۔ اور اخبارات کی تائیدات اور اپنے فرقے کے چند احبار و رہبان کی تصدیقات پر نازاں رہے۔ لیکن آخرکار فضیلۃ الشیخ جناب مولانا عبدالرؤف صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی نے اس کتاب پر تحقیقی نظر ڈالی اور "القول المقبول فی تخریج و تعلیق صلوۃ الرسول" میں اس کتاب کی اصل حقیقت کو واضح فرمایا کہ اس کتاب

میں دسیوں حوالہ جات غلط ہیں اور بیسیوں احادیث نہایت ضعیف ہیں۔ حق یہ ہے کہ مولانا نے اپنی تخریج میں بہت محنت فرمائی، جو موصوف کے وسعت مطالعہ کی دلیل ہے۔ پھر دوسرے ایڈیشن میں مزید اضافات فرمائے مگر طرز تبدیل کر دیا۔ پھر تیسرے ایڈیشن میں اضافات در اضافات فرمائے۔ جس سے پڑھے لکھے لوگوں میں کتاب کی قدر و قیمت ختم ہو گئی۔ اور بعض حضرات نے برملا کہنا شروع کر دیا کہ یہ کتاب قابل مطالعہ ہی نہیں، چہ جائیکہ قابل عمل ہو۔ مگر بعض تنگ نظر اور متعصب غیر مقلدین بہت کڑھ رہے تھے کہ مذاہب اربعہ کی کتابیں خیر القرون سے آج تک ان کے ہاں مسلم اور معمول بہا آ رہی ہیں اور ہمارے نئے نویلے فرقے کی کتاب نصف صدی بھی پوری نہ کر پائی تھی کہ اپنے لوگ بھی اس سے بیزار ہو گئے۔ اب اور کون سی کتاب لوگوں کو دی جائے۔ اس کے لئے پہلے البانی کی کتاب پھیلائی گئی۔ مگر وہ کئی امتیازی مسائل میں غیر مقلدین کے خلاف تھی۔ پھر ملتان میں مولوی عبدالرحمٰن رحمانی نے اسی نام سے ایک کتاب "صلوۃ الرسول" لکھی اور یہ کہہ کہہ کر تقسیم ہو رہی تھی کہ صادق صاحب کی "صلوۃ الرسول" غلط تھی، یہ اب صحیح لکھی گئی ہے۔ مگر وہ چند دن بھی نہ چل سکی۔ جب دیکھا کہ حکیم کی کتاب بدنام ہو گئی تو ایک ڈاکٹر نے "نماز نبوی" لکھی، مگر وہ بھی غیر مقلدین میں مقبول نہ ہو سکی۔ اب آخر کار اسی کتاب کو بیساکھیاں دے کر کھڑا کرنے کے لئے اس کی ایک نئی تخریج کی گئی "تسهيل الوصول الی تخریج صلوۃ الرسول" اس میں تخریج اور تحقیق جناب زبیر علی زئی صاحب کی اور تصحیح و تنقیح مبشر احمد ربانی ایڈیٹر "الدعوۃ" کی ہے۔ دونوں صاحبان نے انگلی کو خون لگا کر شہیدوں میں شامل ہونے کی کوشش کی ہے۔ یہ دراصل مولانا عبدالرؤف صاحب کی تخریج کی تلخیص ہے۔ جہاں مولانا موصوف نے کسی حدیث کا ضعف بیان فرمایا اور تخریج میں ایک دو اور ضعیف سندوں کا ذکر کر دیا اس کا

خلاصہ زبیر صاحب نے یہ نکال لیا کہ یہ حدیث شواہد کی وجہ سے حسن لغیرہ ہے یا حسن ہے یا صحیح ہے۔ اور جہاں مولانا عبدالرؤف صاحب نے کسی دوسری سند کا ذکر نہ فرمایا وہاں زبیر صاحب نے ہتھیار ڈال دیئے۔ اور بادل نخواستہ اس کو ضعیف لکھ دیا۔ اس جوڑی نے متن میں ضروری اصلاح بھی کر دی اور مفید اضافے بھی (دیکھو ص ۲۱)

اصلاح کی مثال:

حکیم صادق صاحب نے بے نماز کے بارہ میں لکھا تھا:

(۱) اور امام اعظمؒ کے نزدیک کفر اور قتل کا حکم نہیں کیا جاتا۔ مگر ان کے فتویٰ کی رو سے قید شدید میں رکھنا چاہئے اور خوب سزا دینی چاہئے۔ اور اس قدر ماریں کہ بدن سے خون بہنے لگے، یہاں تک کہ توبہ کرے یا اس حالت میں مر جائے (صلوٰۃ الرسول ص ۱۰۴) اس جوڑی نے یہ اصلاح فرمائی کہ ''امام اعظم'' کی جگہ ''امام ابوحنیفہ'' کر دیا (تسہیل الوصول ص ۱۳۱)

(۲) اسی طرح صلوٰۃ الرسول ص ۲۵۳ پر دعائے رسول میں زیادتی کے عنوان کے تحت لکھا تھا ''یہی وجہ ہے کہ مسند امام اعظمؒ میں بھی اس دعا کی زیادتی کو نوٹ کر کے بے اصل کہا ہوا ہے'' حالانکہ مسند امام اعظم میں اس بات کا نام نشاں تک نہیں۔ اس لئے اب اس کی اصلاح یوں فرمائی ''مسند امام ابوحنیفہ (کے حاشیہ) میں بھی اس دعا کی زیادتی کو نوٹ کر کے بے اصل کہا ہوا ہے (تسہیل ص ۳۱۲) یہاں بھی امام اعظم کی جگہ ''امام ابوحنیفہ'' کر دیا اور صادق صاحب کو جھوٹ سے بچانے کے لئے (حاشیہ) کا اضافہ کر دیا گویا صادق صاحب نے حاشیہ کی بات کو متن کی طرف جھوٹ موٹ منسوب کر دیا تھا جیسے تفہیم القرآن کی بات کو کوئی قرآن کی طرف منسوب کر دے۔

(۳) صلوٰۃ الرسول ص ۲۷۷ پر قبروں کو پختہ بنانے کی ممانعت کے تحت فتاویٰ قاضی خاں کا حوالہ ''امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ'' لکھا تھا اس جوڑی نے اصلاح فرمادی ''امام

ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ''

نوٹ: حکیم صادق صاحب نے اپنی کتاب سبیل الرسول ص۲۲۱ پر لکھا ہے کہ قاضی خاں امام صاحبؒ کے چار سو سال بعد لکھی گئی اس لئے یہ مسائل امام صاحبؒ کے نہیں۔ لیکن یہاں کسی سند کی ضرورت نہیں سمجھی۔ پورے یقین سے قاضی خاں میں درج عبارت کو امام صاحبؒ کا فتویٰ یعنی مضبوط ترین قول قرار دیا ہے۔

لطیفہ: حکیم صاحب کی ایک اور کرامت بھی ملاحظہ فرمائیں۔ لکھتے ہیں طحطاوی امام صاحبؒ کے چھ سو سال بعد لکھی گئی جب کہ درمختار امام صاحبؒ کے نو سو سال بعد لکھی گئی۔ حالانکہ طحطاوی درمختار کی شرح ہے۔ مگر حکیم صاحب کی کرامت سے بیٹی ماں سے تین سو سال پہلے پیدا ہوگئی۔ جب کہ ''صلوٰۃ الرسول'' رسول پاک ﷺ کے وصال کے ۱۳۵۸ سال بعد پیدا کرلی گئی۔ شاید آپ سوچ رہے ہوں گے کہ حکیم صادق صاحب پوری امت کی طرح امام صاحب کو ''امام اعظم'' تسلیم کرتے ہوں گے۔ اور محققین کی اس جوڑی کو کوئی آیت یا حدیث مل گئی ہوگی کہ امام اعظم کہنا جائز نہیں۔ نہیں یہ بات نہیں، یہ جوڑی بھی پوری امت کی طرح دل و جان سے امام صاحب کو امام اعظم تسلیم کرتی ہے۔ چنانچہ تسہیل الوصول ص۲۱۱ پر حکیم صاحب نے ''امام اعظم کے استاد کی شہادت'' امام اعظم اپنے استاد گرامی کے متعلق فرماتے ہیں، یہاں اس جوڑی نے دونوں جگہ لفظ ''امام اعظم'' کو برقرار رکھا ہے۔ اگر کسی دلیل شریعت کے یہ خلاف ہوتا تو یہاں بھی ضرور بدل ڈالتے۔ معلوم ہوا کہ جہاں تین جگہ بدلا ہے وہ دلیل شریعت کی بنا پر نہیں، نفس کی شرارت کی بنا پر ہے۔

نقل نویسی :

پہلی جماعت کے بچوں کو نقل نویسی کی مشق کروائی جاتی ہے کہ وہ دیکھ کر صحیح نقل کرسکیں۔ اس جوڑی نے حکیم صاحب کو اصلاح دے کر یہ بھی اعتراف کرلیا ہے کہ حکیم

صاحب نقل نویسی بھی صحیح نہ کر سکتے تھے۔ حکیم صاحب نے حضرت جندب کسری لکھا تھا انہوں نے اصلاح کردی یہ قسری ہے۔ گویا حکیم صاحب کو سمجھایا کہ 'ق' کو 'ک' بنانے سے صادق کو صادک لکھنا پڑے گا ص۱۳۹۔ حکیم صاحب نے نافع بن زبیر لکھا تھا۔ انہوں نے اصلاح کردی کہ یہ نافع بن جبیر ہے ص۱۶۱۔ حکیم صاحب نے حدیث رسول میں تبدیلی کردی تھی اور ھذہ کو یدہ بنا دیا تھا۔ انہوں نے خاموشی سے یدہ کو ھذہ بنا دیا۔ لیکن ترجمہ انہوں نے بھی ہاتھ ہی کیا۔ جو غلط ہے ص۲۰۱۔ حکیم صاحب نے عمرؓ بن حرث لکھا تھا انہوں نے اصلاح کردی کہ اصل عمرو بن حریث ہے۔ اصل میں یہ اصلاح مولانا عبدالرؤف صاحب نے دی تھی۔ مگر حاشیے پر انہوں نے کتاب کے متن میں اصلاح کردی۔

ایک اہم اصلاح :

صلوٰۃ الرسول ص۱۱۷ پر ایک عنوان ہے ''نماز کے لا مثال محاسن'' اس عنوان کے تحت حکیم صاحب نے صحاح ستہ کے حوالہ سے ۲۴ احادیث کا اردو ترجمہ لکھا ہے۔ شروع میں بھی صحاح ستہ کا نام لکھا ہے اور حدیث ۲۴ کے بعد بھی ''انتخاب از کتب صحاح'' لکھا ہے۔ ان ۲۴ احادیث میں سے ۱۵ احادیث کا سرے سے صحاح ستہ میں نام نشان تک نہیں۔ صحاح ستہ کا حوالہ محض جھوٹ اور بہتان ہے.. دو صفحات میں ۱۵ جھوٹ، اس کی مثال دنیا کے کسی بڑے سے بڑے جھوٹے کی کتاب میں نہیں ملتی۔ جس جماعت کے صادق کا یہ حال ہو دوسروں کا کیا حال ہوگا۔ اور جو صحاح ستہ میں ہیں ان میں سے پہلی کا ترجمہ ہے: ''نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو، نماز کے بارے میں اللہ سے ڈرو'' مولانا عبدالرؤف صاحب نے تو صاف تسلیم کیا ہے کہ یہ بھی صحاح ستہ میں نہیں۔ مگر زبیر صاحب مصر ہیں کہ یہ ابن ماجہ میں ہے۔ اور جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس میں ایک دفعہ ہے الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم اس کا ترجمہ تین دفعہ ہے۔ نماز کے

بارے میں اللہ سے ڈرو۔ صحیح یہ ہے کہ یہ حوالہ بھی غلط ہے اور الصلوۃ وما ملکت ایمانکم کے بارہ میں بھی زبیر صاحب لکھتے ہیں: ضعیف والحدیث حسن لغیرہ۔ اس کی سند قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اس کے بہت سے ضعیف شواہد بھی ہیں (ص۱۴۵) ایک شاہد بھی جو ضعیف ہو ذکر نہیں کیا۔

حدیث ۱۳ : ۱۹۴ ترمذی میں ہے مگر زبیر صاحب نے تسلیم کیا ہے کہ یہ بھی ضعیف ہے۔ یہ روایت سلیمان بن قرم اور ابو یحییٰ القتات کی وجہ سے ضعیف ہے ص۱۴۷۔ حدیث ۱۹: ۲۰۰ جو ابن ماجہ میں ہے اس کے بارہ میں بھی جناب زبیر صاحب نے مانا ہے کہ سخت ضعیف ہے یہ سند عیسٰی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ اسے ہیثمی نے ضعیف متروک کہا ہے ص۱۴۸۔ ۲۱: ۲۰۲ ابوداؤد میں ہے۔ زبیر صاحب نے لکھا ہے ''اسے ابن خزیمہ، ابن حبان وغیرہما نے صحیح کہا ہے'' لیکن یہ جھوٹ ہے، انہوں نے اسے صحیح نہیں کہا۔ اس کا دل میں احساس زبیر صاحب کو بھی ہے، اس لئے اس کو صحیح نہیں کہا، بلکہ حسن کہا ہے۔ مگر یہ بھی غلط ہے کیونکہ اس سند میں سفیان اور زہری کے عنعنے ہیں۔ زبیر صاحب کے اصول میں ایک مدلس کا عنعنہ سند میں آجائے تو وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔ اور یہاں مدلسین کے دو عنعنے ہیں تو یہ کیسے حسن ہوگئی۔ اسی طرح حدیث ۲۴: ۲۰۵ ابوداؤد میں ہے۔ زبیر صاحب نے اس کو صحیح کہا ہے اور دلیل میں لکھا ہے کہ ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے۔ حالانکہ ابن حبان نے اسے بالکل صحیح نہیں کہا۔ جبکہ اس کی سند الولید عن سعید بن عبدالعزیز عن مکحول عن کثیر ہے۔ الولید اور مکحول دونوں مدلس ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں تو اس کو صحیح کسی شافعی کے اصول پر بھی نہیں کہا جا سکتا۔

باقی احادیث جن کو حکیم صاحب بار بار صحاح قرار دے رہے ہیں ان کا حال بھی جناب زبیر صاحب سے سن لیجئے۔ ۱۸۲:۱ اس کی سند یزید الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں۔ ۱۸۶:۵ دنیا کی کسی حدیث کی کتاب کا حوالہ نہ دے سکا

۱۸۷:۶ ضعیف ہے۔ اس کی سند عیسیٰ بن میسرہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ۱۸۸:۷ ضعیف جداً عبداللہ بن محمد بن وہب کی وجہ سے یہ سند سخت ضعیف ہے۔ ۱۹۱:۱۰ ضعیف الجامع الصغیر ۱۹۲:۱۱ اس کی سند طریف بن صلت اور حجاج بن عبداللہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ۱۹۳:۱۲ سخت ضعیف ہے۔ ۱۹۵:۱۴ ضعیف جداً اس کی سند مندل اور حسن بن حسین کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ ۱۹۶:۱۵ اس کی سند موسیٰ بن عبیدہ الربذی اور یزید بن ابان الرقاشی کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ۱۹۷:۱۶ ضعیف جداً سیوطی نے اسے ضعیف لکھا ہے۔ اس کی سند محمد بن مروان السدی کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ ۱۹۸:۱۷ اس کی سند انقطاع اور تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ تاہم اس کے معنوی شواہد موجود ہیں (موصوف کے پیٹ میں) ۲۰۱:۲۰ اس کی سند ابن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ہمت مردانہ:

ان ۲۴ میں سے صرف تین احادیث صحیح ہیں جن کو صادق صاحب صحاح صحاح پکار رہے ہیں۔ اور ان ۲۴ میں سے ۱۶ جھوٹ صحاح ستہ پر ہیں۔ یکم فروری ۱۹۴۹ء سے لے کر ۲۸ اکتوبر ۱۹۹۹ء تک صلوٰۃ الرسول کے جتنے ایڈیشن چھپے حدیث نمبر ۲۴ کے بعد یہی لکھا تھا ''انتخاب از کتب صحاح''۔ لیکن اب ان جھوٹوں پر پردہ ڈالنے کے لئے لکھ دیا ''انتخاب از کتب صحاح وغیرہا'' دیکھو ایک لفظ وغیرہا کا اضافہ کر کے صحاح ستہ پر سولہ جھوٹوں پر بھی پردہ ڈال دیا اور کتنے ضعفوں پر بھی پردہ ڈال دیا۔ یقیناً یہ وغیرہا لکھنے کی ہمت ایرے وغیرے ہی کر سکتے ہیں۔ اگر خود شرم نہیں تھی تو مولانا عبدالرؤف صاحب ہی سے ادھار مانگ لیتے۔ آخر تخریج میں ۹۹٪ انہیں سے لیا ہے۔

غلط حوالہ جات :

حکیم صاحب نے نمازی اور شہید کا داخلہ بہشت کے عنوان کے تحت ایک حدیث

کتی ہے جس کے لئے ابن حبان کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ وہ ابن حبان میں بالکل نہیں ہے۔ص۱۴۲ زبیر نے یہاں پردہ پوشی کی ہے۔

(۲) ص۱۵۷،۲۱۷ پر حکیم صادق صاحب نے نسائی کا حوالہ بھی دیا تھا۔ چونکہ یہ حدیث نسائی میں نہیں تھی اس لئے جناب مبشر صاحب نے بڑی رازداری سے نسائی کا لفظ ہی حذف کر دیا۔ البتہ زبیر نے لکھا کہ یہ نسائی میں نہیں ہے۔

(۳) حکیم صاحب نے ص۱۶۰ پر ''نماز کے فوت ہوجانے کا بیان'' کے تحت حضرت انسؓ کی حدیث لکھی اور حوالہ متفق علیہ لکھا کہ یہ حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے حالانکہ زبیر صاحب نے تسلیم کیا کہ صحیح بخاری میں یہ الفاظ نہیں۔

(۴) ص۱۶۴ پر مکمل اذان لکھی اور حوالہ بخاری مسلم کا دیا، زبیر نے مانا کہ اذان کے الفاظ صحیح بخاری ومسلم میں نہیں۔

(۵) ص۱۶۵ پر تکبیر کے طاق کلمات لکھ کر حوالہ بخاری مسلم کا دیا۔ زبیر نے مانا کہ اذان کے الفاظ صحیح بخاری ومسلم میں نہیں۔

(۶) ص۱۶۸ حدیث ۲۳۶ پر حکیم نے بخاری مسلم کا حوالہ دیا لیکن زبیر صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ یہ نہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں۔

(۷) حکیم صاحب نے ص۱۹۸ پر تکبیر اولیٰ کا عنوان دے کر لکھا ۲۸۲:- نیت کے ساتھ، باوضو، قبلہ کی جانب منہ کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کریں یعنی دونوں ہاتھوں کو اٹھائیں (بخاری) زبیر صاحب نے بخاری ۷۳۸ کا حوالہ دیا ہے، وہاں یہ تفصیل نہیں ہے۔

(۸) ص۲۰۶ پر تعوذ، تسمیہ، فاتحہ، آمین مکمل لکھ کر بخاری مسلم کا حوالہ دیا ہے۔ یہ تفصیل بخاری مسلم میں بالکل نہیں ہے۔

(۹) ص۲۲۱ نماز کی مسنون قرأت ۳۲۹ پر مؤطا مالک کا حوالہ دیا ہے۔ حالانکہ یہ موطا مالک میں موجود ہی نہیں۔

(۱۰) ص۲۳۶ پر رکوع کی چوتھی دعا لکھ کر بخاری مسلم لکھا ہے حالانکہ نہ یہ بخاری میں ہے نہ مسلم میں۔ (۱۱) ص۲۶۶ نمبر۳ صحیح مسلم کا حوالہ دیا ہے حالانکہ یہ مسلم میں موجود ہی نہیں۔

(۱۲) ص۲۳۹ پر ص۳۶۷ پر دارمی کا حوالہ دیا ہے، یہ حدیث دارمی میں نہیں ہے۔

(۱۳) ص۲۹۲ پر حدیث نمبر ۴۵۹ میں ابوداؤد کے حوالہ سے حضرت وائل بن حجرؓ کی حدیث کہ آپ اشارے میں انگلی ہلاتے تھے لکھی ہے۔ یہ ابوداؤد شریف میں بالکل موجود نہیں ہے۔ جناب زبیر صاحب اس پر بالکل خاموش ہیں۔

(۱۴) ص۲۹۶ پر درود کے بعد کی دعا لکھی ہے۔ اس میں الفاظ'' میں اسے التحیات کے بعد پڑھا کروں'' حدیث میں ہرگز نہیں ہیں۔

(۱۵) ص۳۲۴ ذکر دہم کی دعا لکھ کر نسائی کا حوالہ دیا ہے۔ یہ نسائی میں نہیں مگر زبیر صاحب بھی یہاں خاموش ہیں۔

(۱۶) ص۳۲۹ حکیم صاحب نے فتاویٰ نذیریہ اور ابن ابی شیبہ کے حوالہ سے نماز کے بعد دعا کے لئے حضور پاک ﷺ کی طرف یہ الفاظ منسوب کئے ہیں ورفع یدیہ ودعا مگر زبیر صاحب لکھتے ہیں یاد رہے ہمارے علم کے مطابق اس روایت کی کسی سند میں رفع یدیہ ودعا کے الفاظ نہیں ہیں۔

(۱۷) ص۳۴۳ حدیث ۵۲۵ کے آخر میں حکیم صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا تھا۔ زبیر صاحب نے ''ا، ب، ج'' تین ٹکڑے کر کے ''ا'' پر ابوداؤد کا اضافہ متن میں کر دیا تاکہ حکیم صاحب نے بخاری پر جو جھوٹ بولا تھا اس پر پردہ پڑ جائے۔

(۱۸) ص۳۶۴، ۵۶۵ کے لئے بخاری کا حوالہ دیا ہے، یہ بخاری پر جھوٹ ہے اور زبیر بھی جھوٹ پر خاموش ہے۔

(۱۹) ص۳۶۷ حدیث ۵۶۹ مؤطا مالک میں ابوھریرہؓ کا قول تھا حکیم صاحب نے ''رسول پاک فرماتے ہیں'' بنا ڈالا۔

(۲۰) ص ۳۷۹ وتر کے درمیان کوئی تشہد نہیں حدیث ۵۸۹ پر بخاری کا حوالہ دیا ہے جو جھوٹ ہے، زبیر بھی خاموش ہے۔

(۲۱) ص ۳۸۱ تین وتروں کی قرأت حدیث ۵۹۳ پر دارمی کا حوالہ دیا ہے جو بالکل غلط ہے۔ زبیر بھی گونگا ہو گیا ہے۔

(۲۲) ص ۴۰۱ حدیث ۶۲۱ رسول اللہ ﷺ نے تین رات تراویح پڑھائی کے تحت حضرت ابوذرؓ کی حدیث نقل کی ہے۔ پہلی رات کے ذکر سے حتی ذھب ثلث اللیل دوسری رات کے ذکر سے حتی ذھب شطر اللیل اور تیسری رات کے ذکر سے حتی خشینا ان یفوتنا الفلاح کو حذف کر دیا اور زبیر صاحب بھی ان خیانتوں پر گونگے بنے بیٹھے ہیں۔

(۲۳) ص ۴۰۳ ''آپ غیر رمضان میں تہجد گیارہ رکعت پڑھتے تھے اور حضور ﷺ نے وہی گیارہ رکعت تہجد، تراویح کے نام سے رمضان میں پڑھائی'' یہ جھوٹ ہے، حضرت ﷺ نے کبھی نہیں فرمایا کہ تہجد کا نام رمضان میں تراویح ہے۔

(۲۴) ص ۴۰۴ حدیث ۶۲۵ کے بعد لکھا ہے ''ثابت ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے جو تین رات نماز پڑھائی تھی وہ گیارہ رکعت تھی۔'' حالانکہ اس حدیث میں نہ تراویح کا ذکر ہے نہ ہی ابن خزیمہ اور ابن حبان اس کو تراویح کے باب میں لائے ہیں نہ ہی اس میں تین رات کا ذکر ہے نہ ہی گیارہ رکعت کا اور زبیر صاحب بھی ان سب جھوٹوں پر گنگ ہیں۔

(۲۵) ص ۴۰۷ پر بیس رکعت تراویح کو مستحب مانا ہے اور ص ۴۰۵ پر بھی آٹھ سے زائد کو مستحب اور نفل تسلیم کیا ہے۔ اور ص ۳۶۸ پر مستحب اور غیر مؤکدہ سنتوں کے بارہ میں لکھا ہے: ''جو آپ گاہے گاہے پڑھتے تھے'' مثلاً عصر کی سنتیں۔ یہاں بھی حوالہ دینا ضروری ہے کہ آپ ﷺ نے بیس تراویح کتنی دفعہ پڑھیں۔ تحیۃ الوضو بھی مستحب ہے، تحیۃ المسجد بھی مستحب ہے۔ عصر سے پہلے سنتیں بھی مستحب ہیں۔ ان مستحبات کے خلاف غیر مقلدین کوئی اشتہار بازی نہیں کرتے۔ اور یہ ایسا مستحب ہے کہ ابن خزیمہ کی حدیث کے مطابق رمضان

میں نفل کا ثواب فرض کے برابر ملتا ہے جیسا کہ فتاویٰ علماء حدیث میں بھی ہے۔ اس کے خلاف آخر اتنی اشتعال انگیزی کیوں؟

(۲۶) ص۴۲۶ حدیث ۶۶۵ لکھی ہے حضور ﷺ نے فرمایا سفر میں وتر سنت ہے (ابن ماجہ) حالانکہ یہ فرمان رسول ہرگز نہیں۔ زبیر صاحب لکھتے ہیں یہ رسول اللہ ﷺ کا قول نہیں بلکہ ابن عباس اور ابن عمر کی طرف منسوب ہے اسے بوصیری نے ضعیف کہا ہے۔

(۲۷) ص۴۳۸ عیدین کا طریقہ وضو کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے اللہ اکبر کہتے ہوئے رفع یدین کریں (بخاری) بخاری میں عید کے بیان میں یہ کہیں نہیں۔

(۲۸) ہر تکبیر پر رفع یدین کریں اور ہر تکبیر پر ہاتھ باندھ لیا کریں (بیہقی) یہ محض جھوٹ ہے۔ زبیر نے ۲۸۲ کا حوالہ محض فریب کے لئے دیا ہے۔

(۲۹) پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ الحمد شریف پڑھیں، پھر امام اونچی آواز سے قرأت پڑھے اور مقتدی سنیں (مسلم) یہ بات مسلم شریف پر سیاہ جھوٹ ہے، زبیر صاحب نے نمبر ۳۱۳ اور ۳۳۱ کا حوالہ محض فریب کے لئے دیا ہے۔

(۳۰) ص۴۴۳ پر سورج گرہن کی نماز کا جو طریقہ بخاری مسلم کے حوالہ سے لکھا ہے یہ بخاری مسلم میں تفصیل موجود نہیں ہے۔ جناب زبیر صاحب نے تینوں جگہ ۱۰۷ کا حوالہ دیا ہے۔ محض دھوکا ہے، وہاں بھی یہ تفصیل موجود نہیں ہے۔

(۳۱) ص۴۶۸ نماز جنازہ کی مشہور دعا اللھم اغفر لحینا الخ کا حوالہ حکیم صاحب نے مسلم کا دیا تھا۔ یہ بالکل غلط تھا۔ زبیر علی صاحب نے جرأت رندانہ کے ساتھ اصل متن سے مسلم کا لفظ ہی صاف کر دیا اور تخریج میں ترمذی کا حوالہ دے دیا۔

(۳۲) ص۴۷۲ جنازہ کے مسائل میں حکیم صاحب نے لکھا جنازہ میں امام کو قرأت اونچی آواز سے پڑھنی چاہئے اور حوالہ مسلم کا دیا ہے، حالانکہ مسلم شریف میں یہ ہرگز نہیں اور جناب زبیر صاحب اور مبشر صاحب بھی یہاں بالکل گونگے بن گئے ہیں۔

(۳۳) ص۴۹۲ حدیث ۷۹۷ جب بادل گرجے اور بجلی کڑکے تو یہ دعا پڑھیں۔ اس دعا پر حکیم صاحب نے بخاری کا حوالہ دیا ہے جو بالکل جھوٹ ہے۔ رندوں کی اس جوڑی نے متن سے بخاری کا لفظ اڑا دیا اور تخریج میں ترمذی کا حوالہ دے کر اس کو ضعیف بھی کہہ دیا۔

(۳۴) ص۴۸۵ حکیم صاحب نے عنوان لکھا ہے: تمام مطالب و حوائج کے لئے مجرب اتا ثیر وظیفہ۔ دعائے یونس علیہ السلام پھر ایک حدیث لکھی ہے ۷۹۰ اور حوالہ مسند احمد کا دیا ہے، حالانکہ مسند احمد میں یہ حدیث نہیں ہے۔ اس لئے ان دونوں محققوں نے خاموشی سے رواہ احمد کو حذف کر دیا اور تخریج میں حاکم کا حوالہ دے کر تحت ضعیف قرار دے دیا۔

(۳۵) ص۴۹۱ آئینہ دیکھنے کے وقت کی دعا بحوالہ ابن حبان لکھی جب کہ حدیث میں آئینہ دیکھنے کا ذکر تک نہیں مطلق کو مقید بنا ڈالا۔

(۳۶) ص۴۹۴ گھر میں داخل ہونے کی دعا لکھی اور حوالہ نسائی کا دیا۔ جبکہ نسائی میں اس کا نشان تک نہیں۔ اس لئے اس جوڑی نے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہوئے متن سے نسائی کا لفظ ہی چلتا کر دیا، واقعی خائن بھی محقق بن بیٹھے۔

(۳۷) ص۱۷۹ سحری کی اذان کے عنوان کے تحت حدیث لکھی ہے بخاری مسلم کے حوالہ سے لیکن اس کے ساتھ جو یہ لکھا تھا **قال القاسم ولم یکن بین اذا نیھما الا ان یرقی ذا وینزل ذا.** حضرت قاسم جو حضرت ابوبکر صدیق ؓ کے پوتے اور مدینہ کے فقہاء سبعہ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتومؓ اور حضرت بلالؓ کی اذان کے درمیان صرف اتنا وقت ہوتا تھا کہ ایک اذان دے کر مکان سے نیچے اترتا دوسرا چڑھ کر اذان کہہ دیتا۔ ظاہر ہے کہ یہ وقفہ دو تین منٹ کا ہے غیر مقلدین جو تین چار گھنٹے پہلے اذان کہتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ چونکہ یہ عبارت حکیم صاحب کے مسلک کے خلاف تھی اس لئے اس کو حذف کر دیا اور محقق و مخرج بھی یہاں گونگے ہی بن کر گزر گئے۔

(۳۸) ص۱۰۰ حدیث ۱۰۹ میں یہ بھی تھا کہ حضرت ابوھریرہؓ وضو میں اپنے بازو بغلوں تک

دھو یا کرتے تھے۔ چونکہ مسلم شریف کی حدیث کا یہ حصہ حکیم صاحب کے خلاف تھا، اسے حذف کر دیا، اور ان کے صاحبین بھی خاموش گزر گئے۔

(۳۹) ص۹٦ حدیث ۱۰۵ عبداللہ الصابحی تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے مگر حکیم صاحب اور زبیر صاحب نے اس بات کو ظاہر نہ کیا۔

(۴۰) ص۲۲٦ حدیث ۳۳۹ عبداللہ بن عتبہ بن مسعود بھی تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے مگر تینوں نے اس کو چھپایا ہے۔

(۴۱) ص۲۳۹ مزید تاکید کے تحت حضرت نعمان بن مرہ کی روایت ہے، یہ بھی تابعی ہیں اور حدیث مرسل ہے۔

(۴۲) ص۴۴۵ حدیث ۷۱۲ حضرت عبید بن عمیر بھی تابعی ہیں مگر حکیم صاحب نے ان چاروں تابعیوں پر ؓ کی علامت ڈالی ہے تاکہ قارئین دھوکے میں رہیں اور ان کو صحابی سمجھیں۔ اسی دھوکے میں اس جوڑے نے بھی عوام کو ڈالا ہے۔

(۴۳) ص۷۰۲ آمین کا مسئلہ۔ جب آپ اکیلے نماز پڑھ رہے ہوں تو آمین آہستہ کہیں۔ تینوں نے اس پر کوئی حدیث پیش نہیں کی۔

(۴۴) جب ظہر اور عصر امام کے پیچھے پڑھیں تو پھر بھی آہستہ ہی کہنی چاہئے۔ اس پر کوئی حدیث تینوں پیش نہیں کر سکے۔

نوٹ: جناب زبیر علی زئی صاحب جب اہل سنت والجماعت کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو اکاذیب کا عنوان باندھنا ضروری سمجھتے ہیں۔ لیکن ان باتوں کو جھوٹ و اکاذیب کا عنوان نہیں دیا، کیونکہ گھر کا معاملہ تھا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موصوف امت محمد یہ کے فرد نہیں۔ شعیب علیہ السلام کی امت دعوت کے فرد ہیں جن کے لینے کے باٹ اور اور دینے کے اور ہوتے تھے۔

ضعیف احادیث :

لامذہب غیر مقلدین پہلے تو یہ جھوٹ بولا کرتے ہیں کہ اہل سنت کے پاس فلاں مسئلہ میں کوئی حدیث نہیں اور جب احادیث پیش کی جاتی ہیں تو فوراً ضعیف ہے، جھوٹی ہے، من گھڑت ہے، بناوٹی ہے کی قوالی گانا شروع کر دیتے ہیں۔ اب خود زبیر علی زئی کے اعتراف کو دیکھیں کہ نماز کی ناقص ترین کتاب جس میں بیس فیصد مسائل بھی نہیں کتنی حدیثیں ضعیف ہیں: ۱۳، ۱۶، ۲۹، ۳۴، ۴۳، ۵۴، ۵۷، ۶۸، ۷۵، ۷۷، ۹۰، ۱۲۰، ۱۲۹، ۱۴۷، ۱۸۷، ۱۸۹، ۱۹۱، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۴۳، ۲۶۴، ۲۷۲، ۲۹۱، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۱، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۴۰، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۹، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۴۱، ۴۵۱، ۴۷۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۷، ۵۰۳، ۵۱۱، ۵۱۴، ۵۲۳، ۵۳۹، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۹۳، ۶۳۲، ۶۷۶، ۶۸۲، ۶۸۴، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۴۲، ۷۴۶، ۷۴۹، ۷۵۱، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۷، ۷۹۰، ۷۹۷، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۳، ۸۰۵، ۸۰۹، ۸۱۲، ۸۱۶، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۷، ۸۳۱۔ یہ ۹۲ احادیث تو وہ ہیں جن کا زبیر صاحب نے ضعف مانا ہے اور کتنی احادیث ضعیفہ ہیں جن پر حسن لغیرہ کا لیبل چسپاں کر کے دھوکا دیا ہے۔ بلکہ بہت سی وہ احادیث بھی جن پر حسن یا صحیح کا حکم لگایا وہ بھی ضعف سے خالی نہیں۔ اس لئے بہتر تھا کہ کتاب کا نام ضعیف صلوٰۃ الرسول رکھا جاتا اور جو متواتر نماز کا طریقہ چھوڑ کر اس کتاب کے مطابق نماز پڑھتا اسے ضعیف اہل حدیث کے نام سے پکارا جاتا۔ زبیر صاحب کے اعتراف کے مطابق بھی جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو حالت نماز میں کسی وقت صحیح اہل حدیث کسی وقت حسن اہل حدیث، کسی وقت حسن لغیرہ اہل حدیث، کسی وقت ضعیف اہل حدیث، کسی وقت مضطرب اہل حدیث اور جن مسائل کی احادیث ہی انہوں نے نہیں لکھیں وہاں جھوٹے اہل حدیث قرار پاتے ہیں۔ لیکن یہ صرف

اہل حدیث کہلا کر عوام کو دھوکا دیتے ہیں۔

نوٹ: سنت چونکہ عملی تواتر سے ثابت ہوتی ہے اس لئے اہل سنت کی نماز میں نہ ضعف ہے نہ اضطراب۔

ضعیف راوی :

زبیر علی صاحب نے اکثر جگہ ضعیف راوی کے نام کی نشان دہی نہیں کی، جن کی نشاندہی کی ہے ان کے نام ملاحظہ ہوں: (۱) حسن بن قتیبہ، (۲) عبدالخالق بن المنذر ص۴۹، (۳) علی بن زید بن جدعان ص۵۰، (۴) رشدین ص۵۴، (۵) اسماعیل بن عبدالملک ص۵۹، (۶) حارث بن وجیہ ص۶۱، (۷) محمد بن عبیداللہ الغرزی ص۷۲، (۸) اسماعیل بن عیاش ص۷۹، (۹) عثمان بن ابی العاتکہ، (۱۰) علی بن یزید ص۸۳، (۱۱-۱۲) معمر اور اس کا باپ ص۸۹، (۱۳) ابن لھیعہ ص۹۷، (۱۴) یزید بن ابی زیاد ص۱۰۶، ص۱۱۱، (۱۵) عیسٰی بن سنان ص۱۱۳، (۱۶) زبیر بن خریق ص۱۲۲، (۱۷) ابومسلم الثعلبی ص۱۴۴، (۱۸) یزید الرقاشی ص۱۴۵، (۱۹) عیسٰی بن میسرہ، (۲۰) عبداللہ بن محمد بن وھب، (۲۱) زافر بن سلیمان ص۱۴۶، (۲۲) طریف بن صلت، (۲۳) حجاج بن عبداللہ، (۲۴) سلیمان بن قرم، (۲۵) ابویحیٰ القتات، (۲۶) مندل، (۲۷) حسن بن حسین، (۲۸) موسٰی بن عبیدہ الربذی ص۱۴۷، (۲۹) محمد بن مروان السدی، (۳۰) عمیس ص۱۴۸، (۳۱) عبدالمنعم، (۳۲) عبدالرحمٰن افریقی ص۱۶۷، (۳۳) عبدالرحمٰن بن سعد، (۳۴) سعد بن عمار، (۳۵) عمار بن سعد ص۱۶۸، (۳۶) جابر جعفی ص۱۶۹، (۳۷) محمد بن ثابت العبدری ص۱۶۱، (۳۸) دراج ص۱۸۸، (۳۹) عمیر بن عمران ص۱۹۸، (۴۰) لیث بن ابی سلیم ص۲۰۴، (۴۱) بشر بن رافع، (۴۲) ابن ابی یعلی ص۲۰۹، (۴۳) طلحہ بن عمرو ص۲۱۳، (۴۴) سعید بن سماک بن حرب ص۲۲۵، (۴۵) احمد بن بدیل ص۲۲۶، (۴۶) زہیر بن محمد ص۲۳۱،

(۴۷) عصمہ بن محمد، (۴۸) عبدالرحمٰن بن قریش ص۲۵۰، (۴۹) مجالد بن سعید ص۲۹۹، (۵۰) فضیل بن سعید ص۳۲۱، (۵۱) داؤد بن راشد ص۳۲۳، (۵۲) عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن القرشی ص۳۲۹، (۵۳) ابو جناب الکلبی ص۳۴۰، (۵۴) فرخ بن فضالہ ص۳۵۱، (۵۵) عبیداللہ بن عبدالرحمٰن بن موھب ص۳۵۸، (۵۶) عمر بن ابی خثعم ص۳۷۵، (۵۷) ابراہیم بن ابی یحییٰ الاسلمی، (۵۸) معلی بن ہلال ص۴۳۲، (۵۹) حفص بن سلیمان ص۴۳۵، (۶۰) عمرو بن شمر ص۴۳۶، (۶۱) کثیر بن عبداللہ ص۴۳۸، (۶۲) محمد بن عبدالعزیز ص۴۵۱، (۶۳) محمد بن الحسن بن عطیہ ص۴۶۳، (۶۴) شرحبیل بن سعد ص۴۶۵، (۶۵) ابراہیم بن عثمان ص۴۶۶، (۶۶) عبدالرحمٰن بن ابی بکر الملیکی ص۴۸۱، (۶۷) عمرو بن محمد بن صبہان ص۴۸۲، (۶۸) عمرو بن بکر السکسکی ص۴۸۵، (۶۹) حجاج بن ارطاۃ ص۴۹۲، (۷۰) فائد بن عبدالرحمٰن ص۵۰۷، (۷۱) ابوداؤد اعمٰی ص۵۰۸، (۷۲) عقبہ بن عبداللہ الاصم ص۵۱۳۔ ان کے علاوہ بہت سے ضعفاء پر زبیر صاحب نے پردہ ڈال دیا ہے اور کتمان کا ثواب کمایا ہے۔

مجہول راویوں کی روایات

مجہول معروف کے مقابلہ میں ہے۔ جس راوی کا ایک ہی شاگرد ہو اس کو مجہول کہتے ہیں۔ احناف کے ہاں جہالت کا مدار روایت پر ہے۔ اگر کسی سے ایک دو ہی روایات ہوں تو وہ غیر معروف فی الروایۃ یعنی مجہول ہے۔ اور اس کی روایت کے رد و قبول کا حکم یہ ہے کہ اگر خیرالقرون کے فقہاء نے اس کو بالاتفاق قبول کرلیا تو وہ مقبول ہے اور اگر خیرالقرون کے فقہاء نے بالاتفاق اس کو ترک کردیا تو وہ متروک ہے۔ اور اگر خیرالقرون کے فقہاء میں اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو اب دوسری دلیل مثلاً قیاس کو ساتھ ملایا جائے گا۔ اگر قیاس اس کے قبول کی تائید کرے گا تو قبول کیا جائے گا اور اگر اس کے رد کی تائید

ہوگی تو رد کردیا جائے گا (ملخص نورالانوار) شوافع کے ہاں جہالت کا مدار راوی پر ہوتا ہے۔ جس کا کوئی شاگرد نہیں یا ایک شاگرد ہے وہ مجہول ہے۔ صحابہ کرامؓ کی تعداد لاکھ سے زائد ہے لیکن روایت حدیث چند ہزار سے ہے۔ ان میں سے اکثر کا ایک ہی شاگرد ہے۔ ایسے راوی اصطلاحِ شوافع میں مجہول ہیں۔ مگر اس بات پر اجماع ہے کہ صحابہ سب عادل ہیں۔ ان میں جہالت جرح نہیں۔ احناف حدیثِ خیرالقرون کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ تابعین اور تبع تابعین میں بھی بنصِ حدیث خیر غالب ہے۔ اس لئے ان کی جہالت بھی جرح نہیں۔ تقریب التہذیب میں راویوں کے بارہ طبقے بیان کئے ہیں۔ ان میں سے پہلے ۹ طبقے خیرالقرون کے ہیں۔ ان کی نہ جہالت مضر ہے نہ تدلیس نہ انقطاع و ارسال۔ غیر مقلدین یہاں قرآن حدیث کے ماننے سے باہر ہیں۔ اور احناف کی ضد میں شوافع کے مقلد ہیں اور امام شافعی کی تقلید کو شرک کہنے والے۔ امام شافعی کے مقلدین جو ان کے ہاں مشرک ہیں۔ ان مشرکوں کی تقلید کو فرض جانتے ہیں۔ لیکن ان کی نماز کی ناقص ترین کتاب بھی مجاہیل کی روایات سے بھری پڑی ہے۔ (۱) ص ۸۸ حدیث ۸۷ پر لکھا ہے اسے ابن حزم نے ولید بن زوران کی جہالت کی وجہ سے ضعیف کہا ہے لیکن اس کے متعدد شواہد ہیں اس لئے حسن لغیرہ ہے۔ (۲) ص ۱۸۲ حدیث ۲۶۴ جس میں مسجد نبوی میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب ۵۰ ہزار اور مسجد جامع میں نماز پڑھنے کا ثواب ۵ سو نماز کے برابر بیان کیا ہے بوصیری نے کہا اس کی سند ضعیف ہے ابو خطاب الدمشقی کا حال معلوم نہیں (۳) ص ۲۳۰ حدیث ۳۵۰ یہ ضعیف ہے، سند میں اعرابی مجہول ہے۔ (۴) ص ۲۳۴ حدیث ۳۵۹ ضعیف ہے۔ اس میں اسحاق بن یزید ہذلی مجہول ہے۔ (۵) ص ۳۲۳ حدیث ۴۹۲ ضعیف ہے، ابومسلم مجہول ہے۔ (۶) ص ۳۴۳ حدیث ۵۲۲ یہ امیہ راوی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۷) ص ۳۵۹ حدیث ۵۵۱ یہ سند راویوں کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے (اس ایک ہی سند میں تین راوی خباءہ، مہلب بن حجر، ولید بن کامل مجہول ہیں) (۸) ص ۴۳۵، اس کی سند میں عیسیٰ

بن عبدالاعلیٰ مجہول ہے۔ (۹) ص۴۶۲ حدیث ۷۴۲ ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ابو عثمان مجہول ہے۔ (۱۰) ص۴۹۷ حدیث ۸۰۵ اس کی سند میں ابو علاء شامی مجہول ہے۔ (۱۱) ص۴۹۹ حدیث ۸۰۹ اس کی سند میں اسماعیل بن ریاح مجہول ہے۔ (۱۲) ص۵۱۱ حدیث ۸۲۷ اس کی سند عبداللہ بن ربیعہ دمشقی کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ہاتھ کی صفائی :

زبیر صاحب شوافع مقلدین (بقول خود) مشرکین کی تقلید کر کے مشرک در مشرک بھی بنے مگر حق پوشی میں امامت کے مقام پر ہیں۔ (۱) ص۶۰ حدیث ۳۰ کی سند میں عیاض بن ہلال ہے، ذہبی نے میزان ص۳۰۷، ج۲ پر مجہول کہا ہے مگر زبیر صاحب نے حدیث کو حسن بنالیا۔ (۲) ص۲۳ حدیث ۵۸ کو حسن کہا ہے جبکہ ابن حزم نے المحلی ص۱۸۴ ج۲ پر افلت کو مجہول اور اس حدیث کو ضعیف بلکہ باطل کہا ہے۔ زبیر نے یہ بھی جھوٹ بولا ہے کہ ابن خزیمہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (۳) ص۸۱ حدیث ۷۲ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں عصمہ مجہولہ ہے (عبدالرؤف ص۱۰۰) (۴) ص۱۰۶ حدیث ۱۱۸ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں مسلم بن سلام مجہول ہے۔ (۵) ص۱۲۸ حدیث ۱۵۶ کو حسن کہا ہے جب کہ اس کی سند میں عبداللہ بن یعقوب المدنی مجہول ہے۔ (۶) ص۱۴۵ حدیث ۱۸۳ کو ضعیف والحدیث حسن لغیرہ کہا ہے جبکہ اس کی سند میں بشر بن منصور مجہول ہے۔ (۷) ص۱۵۸ حدیث ۲۱۹ کو صحیح کہا ہے جبکہ اس کی سند میں سعید بن عبداللہ جہنی مجہول ہے (تلخیص الحبیر ۱-۱۸۶) (۸) ص۱۸۴ حدیث ۲۶۵ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں حمید مکی مجہول ہے۔ (۹) ص۲۹۱ حدیث ۴۵۶ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں مالک بن نمیر ہے لا یعرف (میزان الاعتدال ۳:۴۲۹) (۱۰) ص۳۴۴ حدیث ۵۲۶ کو حسن کہا ہے جبکہ اس کی سند میں یحییٰ بن ابی جعفر، یحییٰ بن ابی کثیر انصاری مدنی مجہول ہیں (تحقیق مشکاۃ ۱-۲۳۸) (۱۱) ص۴۱۴ اور

ص۴۳۱ پر دو حدیثوں کو حسن کہا ہے جبکہ دنوں سندوں میں ایاس بن ابی رملہ راوی مجہول ہے۔

ایک اور کمال:

ص۲۱۲ حدیث ۳۰۹ دو سو صحابہ نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پیچھے آمین کہی اور مسجد گونج گئی۔ اس کی سند میں خالد بن ابی ایوب ہے۔ البانی نے کہا ہے **ذکرہ ابن ابی حاتم ولم یذکر فیہ جرحا وتعدیلا (الضعیفہ ۲:۳۶۸)** جب اس کی توثیق ثابت نہیں تو مجہول ہے۔ مگر زبیر صاحب نے کتنا بڑا فریب کیا یہ لکھ دیا کہ اس کی سند ابن حبان کی شرط پر صحیح ہے۔ حالانکہ ابن حبان کے ہاں مجہول کی روایت صحیح ہے۔ اس لئے اکثر جگہ کتاب میں یہ لکھتا گیا ہے کہ ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔ یہ سارا فریب ہے اور اسی فریب پر زبیر صاحب محقق بھی کہلاتے ہیں اور امام الجرح والتعدیل بھی۔

صلوٰۃ الرسول میں مدلسین کی روایات:

احناف کے ہاں خیرالقرون کی تدلیس مضر نہیں۔ مگر شوافع کے ہاں بعض خیرالقرون کے راویوں کی تدلیس بھی مضر ہے۔ زبیر صاحب کے اس اصول میں احناف کی تقلید شرک ہے اور شوافع مقلدین کی تقلید ایمان اور فرض ہے۔ مگر اس پر کوئی دلیل شرعی آیت یا حدیث ان کے پاس نہیں ہے کہ احناف کی تقلید شرک ہے اور شوافع کی تقلید ایمان ہے۔ وجہ صرف یہ ہے کہ یہاں سب احناف ہیں، ان کی تقلید کرنے سے مسجد میں مسلمانوں میں اتفاق اور اتحاد رہتا ہے جو انگریز حکومت کے لئے سوہان روح ہے۔ اور شوافع کی تقلید سے یہاں احناف کے ساتھ لڑائی اور فتنہ کھڑا کیا جا سکتا ہے جو عین انگریز کا منشا ہے۔ اس لئے فتنہ وفساد اور مسجد کو میدان جنگ بنانے کے لئے یہ ضد اپنا لی گئی۔ (۱) ص۵۹، ص۱۴۵، ۳۸۱، ۴۸۱ پر چار حدیثوں کو تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے لیکن

ص۱۵۲،ص۱۶۰،ص۳۵۹،ص۳۷۷،ص۳۸۰،ص۴۱۳،ص۴۷۴ پر سات حدیثوں کو صحیح کہا ہے جبکہ یہاں بھی مدلسین کا عنعنہ ہے اور ص۱۷۰،ص۲۲۰،ص۳۱۰ پر تین حدیثوں کو حسن کہا ہے حالانکہ ان سندوں میں بھی قتادہ کا عنعنہ ہے۔ (۲) ص۲۲۱،ص۲۳۴،ص۵۰۲ پر تین حدیثوں کو محمد بن اسحاق کی تدلیس ہے۔ اسے حسن اور ص۲۱۴ حدیث ۳۱۴ میں بھی محمد بن اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف کہا ہے مگر ص۲۳۲ حدیث ۳۵۳ کی سند میں بھی محمد بن اسحاق کی تدلیس ہے بلکہ ساتھ مکحول کی، تدلیس بھی ہے، اسے صحیح کہا ہے۔ حدیث نبوی ﷺ کے ساتھ ایسی ناز برداریاں اسی جوڑی کو زیبا ہیں۔ (۳) ص۲۲۹ پر ایک حدیث کو اس لئے ضعیف کہا ہے کہ اس میں ابواسحاق کی تدلیس ہے۔ مگر ص۲۰۸ حدیث ۳۰۰ ابن ماجہ میں ابوبکر بن عیاش عن ابی اسحاق عن عبدالجبار عن ابیہ کی سند کو صحیح کہا ہے، حالانکہ زبیر صاحب کے نزدیک ابوبکر بن عیاش ضعیف ہے ابو اسحاق مدلس ہے اور عبدالجبار کا اپنے باپ سے سماع نہیں۔ ص۳۰۹ حدیث ۴۷۶ میں ابوداؤد کی سند میں ابواسحاق کی تدلیس ہے یہاں اسے صحیح کہا ہے۔ ص۳۷۴ حدیث ۵۸۴ میں بھی ابواسحاق کا عنعنہ ہے مگر حدیث کو حسن کہا ہے۔ ص۳۸۲ حدیث ۵۹۶ میں ابواسحاق کی تدلیس ہے مگر حدیث صحیح۔ ص۳۸۴ ص۶۰۲ میں ابواسحاق کی تدلیس ہے مگر خاموشی ہے۔ ص۴۸۴ حدیث ۷۸۹ کی سند میں ابواسحاق کی تدلیس ہے مگر حدیث کو حسن کہا ہے۔ عجب اٹکھیلیاں ہیں۔ (۴) زبیر صاحب نے نام نہاد رسالہ نور العینین میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ترک رفع یدین کی حدیث کو جو نسائی، ابوداؤد اور ترمذی میں ہے اس لئے ضعیف قرار دیا ہے کہ اس میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے۔ مگر اس کتاب میں ص۲۰۰ حدیث ۲۸۷ سینے پر ہاتھ باندھنے والی حدیث کو ص۲۸۶ پر صحیح قرار دیا ہے جبکہ اس کی سند میں سفیان کے عنعنہ کے علاوہ عاصم بن کلیب کا تفرد بھی ہے۔ اور اسی سند میں مؤمل بن اسماعیل بھی ہے، جس کو بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے اور مؤمل اس زیادت میں بھی منفرد ہے کیونکہ حضرت وائلؓ کی یہ حدیث مسلم، نسائی،

ابوداؤد، ابن ماجہ، طیالسی، ابن حبان اور بیہقی میں بھی ہے۔ ان ساتوں کتابوں میں نہ سند میں مؤمل ہے نہ متن میں "صَــدْرِہٖ" یعنی سینے پر ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے اور جھوٹ یہ بولا کہ یہ حدیث شواہد کی وجہ سے صحیح ہے جبکہ شواہد جمع کا صیغہ ہے کم از کم تین شاہد ذکر کرنے چاہئیں تھے اور ایک شاہد کا حوالہ دیا ہے (مسند احمد ۵:۲۲۶) جبکہ ہلب طائی کی یہ حدیث صحاح ستہ میں سے ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ مگر دونوں میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا کوئی ذکر نہیں۔ اس حدیث کا مدار سماک بن حرب پر ہے۔ اس کے تین شاگرد ابوالاحوص، شعبہ، زائدہ سینے کا لفظ ذکر نہیں کرتے۔ چوتھا شاگرد سفیان ہے، اس سے وکیع سینے کا ذکر نہیں کرتا۔ یحییٰ بن سعید کی روایت میں سینے کا ذکر ہے مگر ہاتھوں کا ذکر نہیں ہے۔ اور یہ سینے کا لفظ بھی کاتب کی غلطی سے معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ہیثمی نے مجمع الزوائد میں علی متقی نے کنز العمال میں اور سیوطی نے جمع الجوامع میں یہ لفظ نقل نہیں کیا۔ ایسی روایات کا نام زبیر نے شواہد رکھا ہے۔ پھر خود صلوٰۃ الرسول میں ہے کہ سنت مؤکدہ کے لئے مداومت ضروری ہے۔ یہاں مداومت بھی نہیں ہے تو سنت کہنا بھی جھوٹ ہوا۔ پھر ص ۲۲۷ حدیث ۳۴۴ کو صحیح کہا ہے جب اس کی سند میں سفیان کا عنعنہ ہے۔ اسی طرح ص ۳۲۷ حدیث ۴۹۵ کو صحیح کہا ہے باوجود اس کے کہ اس میں سفیان ثوری کی تدلیس ہے اور ص ۳۶۸ میں تو کمال ہی کر دیا ہے کہ حدیث ۵۷۱ کو صحیح ہے جبکہ اس کی سند میں سفیان ثوری اور ابواسحاق دونوں کی تدلیس کے ساتھ ساتھ مؤمل بن اسماعیل جیسا منکر الحدیث راوی بھی ہے۔

؎ جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

(۵) ص ۱۰۷ حدیث ۱۲۰ کہ قئے اور نکسیر سے وضو ٹوٹ جاتا ہے کو ضعیف کہا ہے مگر ضعف کی وجہ نہیں بتائی۔ اس میں ایک تو اسماعیل بن عیاش ہے جو ابن جریج سے روایت کر رہا ہے اور دوسرے ابن جریج کی تدلیس ہے۔ مگر ص ۲۱۱ پر حدیث ۳۰۷ کہ عبداللہ بن زبیر اور ان کے مقتدی اتنی بلند آواز سے آمین کہا کرتے تھے کہ مسجد گونج اٹھتی تھی کے بارہ میں البانی نے

لکھا ہے فیہ علتان ضعف مسلم بن خالد و عنعنہ ابن جریج (الصفیفہ الثانی ۲/۳۶۸) کہ اس روایت میں دو علتیں ہیں۔ ایک یہ کہ مسلم بن خالد ضعیف ہے اور دوسری یہ کہ ابن جریج کی تدلیس ہے۔ مگر زبیر صاحب نے اسی عیب کو چھپا کر صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح ص۳۵۷ حدیث ۵۴۶، ص۴۴۵ حدیث ۷۱۲ کو صحیح قرار دیا ہے جبکہ دونوں میں ابن جریج کی تدلیس موجود ہے (۶) ص۲۸۸ حدیث ۴۵۱ کو ضعیف کہا ہے۔ یہ سند محمد بن عجلان کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن ص۵۹ حدیث ۲۷ کو حسن کہا ہے جبکہ اس میں بھی محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے مگر زبیر صاحب گونگے ہو گئے ہیں۔ اور ص۳۸۹ حدیث ۶۰۷ کو حسن کہا ہے جبکہ اس میں بھی محمد بن عجلان کا عنعنہ ہے۔ اور ساتھ یہ جھوٹ بھی لکھ مارا ہے کہ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے جو بالکل جھوٹ ہے۔ (۷) علاوہ ازیں ہشیم، اعمش، ابوزبیر، ابوقلابہ، زہری کی تدلیس والی احادیث بھی اس کتاب میں موجود ہیں مگر زبیرعلی صاحب نے یہاں پوری تقیہ بازی سے کام لیا ہے۔ اس کتاب میں مرسل اور منقطع احادیث بھی ہیں۔ اب یہ واضح حقیقت ہے کہ لامذہب غیر مقلدین کی نماز کے اکثر مسائل تو ضعیف احادیث سے بھی ثابت نہیں اور ناقص مسائل بھی ضعاف سے پر ہیں۔ اپنے گھر کا یہ حال ہے اور منہ چڑاتے ہیں اہل سنت کی متواتر نماز کا۔

قیامِ حشر کیوں نہ ہو کہ اک کلچڑی گنجی کرے ہے حضور بلبل بستاں نوا سنجی

کچھ تخریج کے بارہ میں:

(۱) جرح و تعدیل میں زبیر صاحب کا فرض تھا کہ وہ پہلے مجروح راوی کا نام، زمانہ، مذہب اور علاقہ لکھتے۔ پھر جارح کا نام، زمانہ، مذہب اور علاقہ لکھتے۔ بعدازاں یہ بتاتے کہ جارح ناصح ہے یا متعصب۔ متشدد ہے یا معتدل۔ اس کے بعد بتاتے کہ جرح مبہم ہے یا مفسر اور مفسر ہے تو سبب جرح متفق علیہ ہے یا مختلف فیہ۔ اور جرح کا صرف دعویٰ کیا

ہے یا ثابت بھی کیا ہے؟ پھر ناقل کون ہے؟ اس کا نام، زمانہ، مذہب اور علاقہ کیا ہے؟ اور ناقل تک وہ جرح تواتر سے پہنچی ہے یا خبر واحد سند صحیح سے۔ لیکن زبیر صاحب کے رسائل پڑھنے سے یہ بات دوپہر کے آفتاب کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ ان کو نہ یہ پتہ ہے کہ دعویٰ کیا ہے اور دلیل کیا ہے اور جارح اور ناقل کی بھی انہیں تمیز نہیں ہے۔ ایک جج کوئی فیصلہ دے اور چالیس اخبارات اس کو نقل کریں تو کوئی جاہل اس کو چالیس فیصلے نہیں کہے گا۔ مگر زبیر صاحب اپنے قارئین کو ایسے فریبوں میں مبتلا کردیتے ہیں۔ اب جو کچھ انہوں نے تخریج کے نام سے لکھا ہے وہ تحقیق نہیں بلکہ خالص تقلید ہے۔ کیونکہ کسی حدیث کی صحت یا ضعف کسی امتی کی رائے پر موقوف ہے۔ کسی کی رائے کو ماننا تقلید ہے۔ اگر اس سے بھی واقفیت نہ ہو تو البانی کی الصیغہ جلد سوم ص ۱۳، ص ۶۹، ص ۹۵، ص ۲۶۵، ص ۳۱۳، ص ۳۱۵ اور ص ۳۱۶ ہی دیکھ لیں۔ چونکہ اس تخریج میں مدار حدیث رسول پر ہے ہی نہیں اس لئے محقق اہل حدیث کہلانا جھوٹ ہے۔ ہاں مقلد مشرکین نام کے ساتھ لکھا کریں تو بالکل بجا ہے۔

(۲) نیز اس تخریج اور تقلید میں زبیر صاحب نے سارا زور شواہد پر رکھا ہے۔ تو شاہد کی تعریف اور کونسی جرح شواہد سے ختم ہوتی اور کونسی سے نہیں اس کی کوئی وضاحت نہیں کی نہ شواہد کا ذکر کیا۔ بس اندھے کی لاٹھی چلائی ہے۔ اور بس اس سے آپ کے اندھے مقلد تو خوش ہوجائیں گے مگر اہل علم کی طمانیت کا کوئی سامان اس میں نہیں ہے۔ پھر شاہد کیا کیا بن سکتا ہے؟ کیا عملی تواتر بھی آپ کے ہاں شاہد ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو فرمائیں۔ ضعیف، مجہول، مدلس راوی تو شاہد بن سکتا ہے اور عملی تواتر امت کا شاہد کیوں نہیں بن سکتا۔ جبکہ خیرالقرون میں عملی تواتر ہی اصل شاہد تھا۔

(۳) تخریج میں قرآن پاک کا ذکر تو برائے نام کہیں بطور تبرک آ گیا ہے۔ احادیث میں بھی خیرالقرون میں لکھی گئی کتب حدیث کو تقریباً نظر انداز کردیا گیا ہے۔ مسند امام اعظم

۱۵۰ھ، موطا امام مالک ۱۷۹ھ، کتاب الآ ثار ابی یوسف ۱۸۲ھ، کتاب الآ ثار امام محمد ۱۸۹ھ، موطا امام محمد ۱۸۹ھ، کتاب الحجہ امام محمد ۱۸۹ھ، المدونہ الکبریٰ ۱۹۱ھ، ابوداؤد طیالسی ۲۰۴ھ، عبدالرزاق ۲۱۱ھ۔ یہ کتابیں خیرالقرون میں لکھی گئیں۔ کیونکہ خیرالقرون ۲۲۰ھ تک ہے۔ ان کے لکھنے والے بھی ایک دو کے سوا سب مجتہدین ہیں اور وہ بھی خیرالقرون کے، جبکہ صحاح ستہ کے جامع مابعد خیرالقرون کے مقلدین ہیں۔ ان کی اسانید بھی صحاح ستہ کی اسانید سے عالی ہیں۔ اور ان میں سے خاص طور پر کتاب الآ ثار کا ہر ہر راوی اپنے زمانہ کا افقہ الناس ہے۔ پھر عملی تواتر کی تائید بھی انہیں حاصل ہے۔ تو ان کو پیچھے ڈالنا تحقیق نہیں تعصب ہے۔

احکام کا بیان:

جناب صادق صاحب لکھتے ہیں: ''سنتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک رواتب یا مؤکدہ، دوسری غیر رواتب یا غیر مؤکدہ۔ رواتب یا مؤکدہ وہ ہیں جن پر رسول اللہ ﷺ نے مداومت فرمائی، مثلاً فجر کی سنتیں وغیرہ اور غیر رواتب یا غیر مؤکدہ وہ ہیں جو آپ گاہے گاہے پڑھتے تھے۔ مثلاً عصر کی سنتیں اور واضح ہو کہ سنت نفل مندوب مستحب مرغب فیہ۔ حسن یہ تمام الفاظ ہم معنی اور مترادف ہیں جو عبادت نافلہ (غیر فرض) پر بولے جاتے ہیں، ص ۳۶۸۔ مزید لکھتے ہیں: ''نوافل اپنی خوشی اور مرضی کی عبادت ہے۔ اللہ اور رسول ﷺ نے کسی کو پڑھنے کے لئے مجبور نہیں کیا۔ اس لئے ہمیں کوئی حق نہیں کہ ہم اپنے نفلوں کو فرضوں کا ضروری اور لازمی ضمیمہ بنا ڈالیں۔ فرضوں کے ساتھ حضرت انور ﷺ کی نافلہ عبادت یعنی سنتیں آ گئی ہیں جن سے نماز پوری اور مکمل ہوگئی ہے، ص ۳۷۶۔

اس سے معلوم ہوا (۱) بعض چیزیں فرض ہیں بعض سنت مؤکدہ۔ بعض نفل۔ مگر ان کی تفصیل کتاب میں نہیں ہے کہ دو رکعت نماز میں کل فرائض کتنے ہیں؟ کل مؤکدہ سنتیں

کتنی ہیں اور کل نوافل اور مستحب کام کتنے ہیں؟ (۲) یہ تقسیم قرآن حدیث میں ہے تو قرآن حدیث سے یہ تفصیل دکھائیں اور اگر امتیوں سے لی ہے تو اہل حدیث کہلا کر لوگوں کو فریب نہ دیں۔ (۳) سنت مؤکدہ کی تعریف یہ کی ہے کہ آپ ﷺ نے ہمیشہ وہ کام کیا ہو۔ یہ تعریف قرآن حدیث میں ہے یا کسی امتی نے، چوری کی ہے۔ (۴) مداومت اور ہیشگی کے لئے ہمیشہ کا لفظ ہو تو نص ہوگا۔ لیکن غیر مقلدین اپنے مخصوص مسائل ٹانگیں چوڑی کرنا، پہلوانوں کی طرح اکڑ کر سینے پر ہاتھ باندھنا، مقتدیوں کا جہری رکعتوں میں اونچی آمین کہنا، امام کا جہری رکعتوں میں اونچی آمین کہنا، رکوع کی رفع یدین، تیسری رکعت کے شروع کی رفع یدین، جلسہ استراحت۔ ان میں سے کسی ایک مسئلہ میں بھی ہمیشہ کا لفظ حدیث پاک میں ثابت نہیں کر سکے۔ تو ان کو سنت مؤکدہ کہنا گویا اللہ کے نبی پاک ﷺ پر جھوٹ بولنا ہے۔ (۵) جب ان افعال کا دوام ثابت نہیں کر سکے تو ان کو فرض نمازوں کا لازمی ضمیمہ بنانا اور اپنے فرقے کا شعار بنانا کس دلیل سے ثابت ہے۔ (۶) ماضی استمراری کے بارہ میں لکھا ہے: ''کان یرفع کے الفاظ میں استمرار یعنی ہیشگی پائی جاتی ہے (صادق ص۲۶۱)'' کان جب مضارع پر ہو تو ماضی استمراری بن کر علی الدوام کا فائدہ دیتا ہے (زبیر) ص۲۶۱۔ حالانکہ یہ بات محققین کے خلاف ہے (نووی ص۲۵۴، ج۱) اور خود غیر مقلدین کے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتاویٰ ثنائیہ میں لکھا ہے کہ ماضی استمراری قضیہ مہملہ ہے، لیکن اگر صادق صاحب، مبشر صاحب، زبیر صاحب کی تثلیث اس بات پر بضد ہے کہ ماضی استمراری دوام کے لئے ہے اور جو کام ماضی استمراری سے ثابت ہوگا وہ سنت مؤکدہ ہوگا۔ اور جو ماضی استمراری نہ ہوگا وہ سنت مؤکدہ نہیں ہوگا۔ تو صرف نام نہاد صلوٰۃ الرسول ہی غور سے پڑھیں۔ ص۸۷ حدیث ۶۷۔ متفق علیہ حدیث سے ثابت ہوا کہ حائضہ بیوی سے مباشرت کرنا سنت مؤکدہ ہے اور ص۳۴۸ حدیث ۵۳۱ کے مطابق ٹخنے سے ٹخنہ، گھٹنے سے گھٹنا، پنڈلی سے پنڈلی، مونڈھے سے مونڈھا ملانا ہرگز سنت مؤکدہ نہیں۔

اس کو خواہ مخواہ نماز کا لازمی ضمیمہ بنانا بالکل غلط ہے۔ (۲) ص۲۲۲ حدیث ۳۳۰ سے ثابت ہوا کہ جمعہ کے دن نماز فجر میں پہلی رکعت میں الم تنزیل اور دوسری رکعت میں ھل اتی علی الانسان دونوں سورتیں امام (یا منفرد) کے لئے سنت مؤکدہ ہے۔ اس کے علاوہ اور قرآن پڑھنا خلاف سنت ہے۔ لیکن ص۲۰۰ حدیث ۲۸۷ میں ماضی استمراری کا صیغہ نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ سینے پر ہاتھ باندھنا ہرگز ہرگز سنت مؤکدہ نہیں۔ اس کو نماز کا لازمی ضمیمہ بنانا اہل حدیث کا کام نہیں، بلکہ اس کو سنت مؤکدہ قرار دینا اللہ کے نبی پاک پر جھوٹ باندھنا اور پکا دوزخی بننا ہے۔ (۳) نماز عیدین میں ہمیشہ پہلی رکعت میں سورۃ الاعلی اور ق والقرآن المجید پڑھنا اور دوسری رکعت میں سورۃ الغاشیہ اور اقتربت الساعۃ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا ترک سنت مؤکدہ کا چھوڑنا ہے ص۲۲۳،۲۲۴۔ حدیث ۳۳۱-۳۳۳ لیکن کسی نماز میں امام یا مقتدی کا اونچی آمین کہنا ہرگز سنت مؤکدہ نہیں۔ اس کو سنت مؤکدہ کہنا نبی پاک پر جھوٹ بولنا ہے۔ کیونکہ یہاں ماضی استمراری نہیں ص۲۰۸ حدیث ۳۰۰ وغیرہ۔ (۴) ص۲۲۴-۲۲۵ حدیث ۳۳۴-۳۳۵-۳۳۶-۳۳۷ چار جگہ ماضی استمراری ہے۔ تو مغرب کی نماز میں روزانہ پہلی رکعت میں سورۃ جمعہ، سورۃ الکافرون اور نصف سورۃ طور اور آدھی مرسلات اور دوسری رکعت میں ہمیشہ روزانہ سورۃ اخلاص، سورۃ منافقون اور آدھی سورت طور اور آدھی مرسلات پڑھنی سنت مؤکدہ ہے۔ ان میں سے کسی ایک کے چھوڑنے سے نماز یقیناً خلاف سنت ہوگی۔ لیکن ص۲۰۴ حدیث ۲۹۷ پر جو دعا اللھم باعد بینی ہے اس کا پڑھنا سنت مؤکدہ بالکل نہیں ہوگا، کیونکہ وہاں ماضی استمراری نہیں ہے۔ (۵) ص۲۸۰ سجدہ میں حضور ﷺ دس دعائیں پڑھتے تھے۔ کیا ان میں سے ہر ایک دعا پر آپ نے مداومت فرمائی تھی تو پوری دس سنت مؤکدہ ہوں گی۔ کسی ایک کے ترک سے بھی نماز خلاف سنت ہوگی۔ اور اگر کسی ایک پر بھی مداومت نہیں فرمائی تو کوئی بھی سنت مؤکدہ نہ ہوگی۔ پھر فرائض کی تفصیل نہ لکھنا اور مستحبات کی اتنی تطویل

کرنا گویا مستحبات کو فرائض سے بھی بڑھانے کے مترادف ہے۔ (۶) ص ۲۳۷ رکوع میں پڑھنے والی چھ دعائیں لکھی ہیں۔ کیا ان ہر چھ پر آنحضرت ﷺ نے ہر رکوع میں مداومت فرمائی اور یہ ہر چھ سنت مؤکدہ ہیں کہ ایک کا ترک بھی خلاف سنت ہو۔ یا ان میں سے کسی ایک پر بھی مداومت نہیں فرمائی اور ان میں سے کوئی ایک بھی سنت نہیں ہے۔ تو رکوع میں کچھ پڑھنا سنت نہ رہا۔ زیادہ سے زیادہ مستحب ہوا جس کو لازمی ضمیمہ بنانا ہرگز درست نہیں اور ص ۲۸۲ میں جلسہ میں پڑھنے کی مسنون دعا میں ماضی استمراری ہے تو وہ سنت مؤکدہ ہوئی۔ اس کے ترک سے نماز خلاف سنت ہوگی۔ گویا نہ رکوع میں کچھ پڑھنا سنت نہ سجدوں میں، البتہ دو سجدوں کے درمیان یہ دعا سنت مؤکدہ بن گئی۔

(۷) ص ۲۹۵ پر درود شریف لکھا ہے۔ اس حدیث میں نہ نماز کی صراحت نہ ماضی استمراری۔ تو نماز میں درود شریف پڑھنا تو سنت مؤکدہ نہ ہوا۔ البتہ نماز میں کسی نامعلوم جگہ دعا ص ۲۹۸ والی پڑھنی سنت مؤکدہ ہوئی۔ اس کے پڑھے بغیر نماز خلاف سنت ہوگی، کیونکہ یہاں ماضی استمراری ہے۔

(۸) ص ۳۶۲ حدیث ۵۶۱ میں ماضی استمراری ہے۔ تو امام کا بعد نماز دائیں طرف سے پھرنا سنت مؤکدہ ہوا۔ اور بائیں طرف پھرنا خلاف سنت ہوا۔ اگر چہ ابن مسعودؓ دائیں طرف سے پھرنے کو ضروری سمجھنے کو حظ شیطان فرمارہے ہیں۔ فرمائیے جو سنت مؤکدہ کو حظ شیطان کہے اس کا شریعت مقدسہ میں کیا حکم ہے اور چار رکعت میں دس جگہ رفع یدین کرنے کی جو حدیث جو ص ۲۴۹ پر حدیث ۳۸۰ نقل کی ہے اس میں ماضی استمراری نہیں۔ وہ تو سنت مؤکدہ بالکل نہ ہوئی نہ ہی وہ متفق علیہ ہے۔

(۹) ص ۳۷۰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (۱) عام طور پر سنتیں گھر پر ہی پڑھتے تھے اور فرض مسجد میں ہمیں بھی چاہئے کہ ہم سنتیں (۲) ہمیشہ گھر میں ہی پڑھا کریں۔ اگر چہ مسجد میں ان کا پڑھنا (۳) جائز ہے۔ لیکن گھر میں پڑھنا (۴) افضل ہے۔ اس عبارت میں چار باتیں

ہیں۔ ان کی تفصیل کسی حدیث میں ہے یا حکیم صاحب کی محض رائے ہیں۔

(۱۰) ص ۴۴۴ میں جمع بین الصلاتین در سفر میں ماضی استمراری ہے۔ تو کیا سفر میں ہمیشہ دو نمازوں کا جمع کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ اور سفر میں فجر کے وقت معتاد اور عصر کے وقت معتاد پر پڑھنا خلاف سنت ہے۔ اسی طرح ص ۳۷۹ پر نماز تہجد کی گیارہ رکعت کا ذکر ماضی استمراری سے ہے۔ کیا گیارہ رکعت ہمیشہ پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ اس سے کم و بیش کرنا یا اس کا ترک خلاف سنت ہے؟

(۱۱) حکیم صاحب نے ص ۳۶۸ پر لکھا ہے: ''رات اور دن کی مؤکدہ سنتیں بارہ ہیں'' اور ص ۳۷۱ پر لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نوافل (سنن) میں سے کسی چیز پر اتنی محافظت اور مداومت نہیں فرماتے تھے جس قدر فجر کی دو رکعتوں پر مداومت کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باقی دس پر مداومت نہیں تھیں تو وہ سنت مؤکدہ نہ رہیں۔

(۱۲) ص ۱۲۶ پر متفق علیہ حدیث نقل کی ہے کہ جمعہ کا غسل واجب ہے۔ مگر اس حکم نبویؐ کو حکیم صاحب مستحب کا درجہ دیتے ہیں اور امام کے پیچھے فاتحہ پڑھنے کو کسی متفق علیہ حدیث میں اس طرح صراحتاً واجب نہیں کہا گیا مگر حکیم صاحب اسے فرض کہتے ہیں۔

(۱۳) جب حکیم صاحب کے ہاں سنت مؤکدہ ہونے کے لئے یہ شرط ہے کہ آپ ﷺ نے اس پر مداومت فرمائی ہو، تو اذان اور اقامت تو سنت مؤکدہ نہ رہی کیونکہ اس پر مداومت تو کجا ایک دفعہ بھی آپ ﷺ نے خود نہ اذان کہی اور نہ اقامت۔ اور اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ جہاں احادیث متعارضہ ہیں وہاں مداومت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ تو ان میں سے کسی ایک پہلو کے سنت مؤکدہ ہونے کا دعویٰ دوسری احادیث کا انکار ہے۔ لیکن غیر مقلدین کا سارا زور ہی متعارضات پر ہوتا ہے۔ حکیم کی صلوٰۃ الرسول کو کتاب حدیث اور اہل حدیث کے ساتھ رکھ کر پڑھیں تو آپ کو دوپہر کے سورج کی طرح واضح ہو جائے گا کہ نام نہاد اہل حدیث صرف نماز کے مسائل میں کتنی احادیث کے منکر ہیں۔

یہ بات دوپہر کے سورج کی طرح کھل گئی کہ یہ فرقہ فرض، واجب، سنت مؤکدہ، مستحب، مباح، مکروہ اور حرام کی جامع مانع تعریف بھی قرآن و حدیث کے ترجمہ سے نہیں دکھا سکتا۔ تو ان کا صرف قرآن حدیث پر عمل کرنے کا دعویٰ بالکل جھوٹ ہے۔ اسی طرح صحیح، صحیح لغیرہ، حسن، حسن لغیرہ، ضعیف، موضوع احادیث کی تعریفات بھی جامع مانع یہ نہ قرآن پاک کے ترجمہ سے دکھا سکتے ہیں نہ حدیث کے ترجمہ سے۔ تو صرف قرآن حدیث پر عمل کا دعویٰ باطل محض ہے۔

معنی حدیث:

حکیم صاحب نے ص۳۹۴ پر حدیث عائشہ تحریر کی ہے کہ ''رمضان ہوتا یا نہ ہوتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (رات کی نماز علی العموم) گیارہ رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے (پہلے) آپ چار رکعت پڑھتے۔ ان کی خوبی اور درازی تو تم دریافت ہی نہ کرو۔ پھر آپ چار رکعت پڑھتے۔ پس ان کی خوبی اور درازی (بھی) کچھ نہ پوچھو۔ پھر (اخیر میں) آپ تین رکعت (وتر) پڑھتے۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز کا غالب معمول یہ تھا کہ آپ آٹھ رکعت تہجد چار چار رکعت کی نیت سے دو سلام میں پڑھتے تھے اور پھر تین وتر''۔ یہاں حکیم صاحب صاف فرما رہے ہیں کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ آپ ﷺ چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھتے تھے۔ مگر زبیر علی زئی نے اپنے رسالہ'' تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ'' ص۶ پر لکھا ہے کہ تقلید پرستوں کا سارا لٹریچر درج ذیل نمبروں پر مشتمل ہوتا ہے۔ (۱) اکاذیب اور اس میں مولوی محمد حسین نیلویؒ، مولوی مسعود احمد خاں کامل پوریؒ اور مولانا خیرمحمد صاحب جالندھریؒ کے بارہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے جھوٹ بولا ہے کہ اس حدیث میں چار چار رکعت ایک سلام سے پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر یہ جھوٹ ہے تو صادق صاحب کو یہاں جھوٹا

کیوں نہ کہا؟ کیا لا مذہب فرقے کے صادق کو بھی حدیث پر جھوٹ بولنے کی اجازت ہے، اور اگر یہ سچ ہے تو زبیر علی زئی حدیث رسول کو جھوٹا کہہ کر محقق اہل حدیث کیسے بن گیا، منکر حدیث کیوں نہ ہوا؟

آخری بات:

ص۲۱ (۳) ہے "مختصر تخریج عوام الناس کو مدنظر رکھ کر کی گئی ہے تاکہ قارئین حدیث کا حکم معلوم کر سکیں اور ضعیف روایت کی وجہ ضعف بتا کر کتاب کا حوالہ ذکر کر دیا گیا ہے"۔

سوال یہ ہے کہ وجہ ضعف جو لکھی ہے وہ حدیث کے ضعیف ہونے کا دعویٰ ہے یا دلیل اور اگر دعویٰ ہے بے دلیل تو اس کی قارئین کو ماننے کی دعوت دینا تقلید ہے۔ تو آپ کی تقلید کرنے والے "مشرک" ہو گئے اور آپ "مشرک گر"۔ اہل حدیث تو کوئی بھی نہ رہا۔ اور اگر دلیل ہے تو فرمان خدا ہے یا فرمان رسول؟ کیونکہ آپ کا اعلان تو یہی ہے کہ اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا، فرمان رسول۔ اگر جن کے اقوال آپ نے نقل کئے ہیں وہ آپ کے خدا اور رسول ہیں تو آپ کے خدا تو مشرکین مکہ سے بھی بڑھ گئے اور قادیانی انبیاء سے بھی۔

ص۲۱ (۴) احادیث پر صحت وضعف کا حکم لگانے میں جمہور ائمہ محدثین کے اصول وقواعد کو پیش نظر رکھا گیا ہے: "سوال یہ ہے کہ آپ کے دلائل تو دو ہیں: قرآن، حدیث۔ جمہور آپ کے کتنے نمبر کی دلیل ہے۔ اجماع کا انکار اور جمہور کو ماننا عجیب بات ہے۔ بہرحال جمہور کی بات آپ کے ہاں خدا کی بات کے برابر ہے یا رسول کی بات کے برابر؟

محدثین:

محدثین کا ذکر یا طبقات حنفیہ میں ملتا ہے یا طبقات مالکیہ، طبقات شافعیہ اور

طبقات حنابلہ میں۔ طبقات غیر مقلدین نامی کوئی کتاب کسی محدث نے نہیں لکھی۔ جب یہ محدثین مقلد ہیں اور ظاہر ہے کہ جو مسائل ائمہ اربعہ میں مختلف فیہ ہیں ان میں شافعی محدث اپنے امام کے اصول پر بات کرے گا۔ حنفی محدث اپنے امام کے اصول پر۔ تو جب حنفی امام شافعیؒ کی تقلید نہیں کرتا تو ان کے مقلد کی تقلید کیوں کرنے لگا۔ اور جمہور محدثین کہنا بھی جھوٹ ہے۔ حنفی محدثین اور مالکی محدثین کو نظر انداز کیا گیا۔

قواعد و اصول:

محدثین کے یہ قواعد قرآن و حدیث میں منصوص ہیں یا ان کی رائے پر مبنی ہیں اور ان کی رائے کا ماننا تقلید ہے یا نہیں؟ یقیناً تقلید ہے، تو محدثین کی تقلید کے فرض ہونے کی دلیل کونسی آیت اور کونسی حدیث ہے؟ بلکہ زبیر علی زئی صاحب نے تو اپنے رسالہ نور العینین میں صاف لکھا ہے کہ محدثین حدیث کے صحیح ضعیف ہونے کا فیصلہ اپنے الہام سے کرتے ہیں۔ اور اس پر کوئی دلیل بیان نہیں کر سکتے۔ تو گویا یہ تخریج شافعی مقلدین کے الہامات پر مبنی ہوئی۔ ذرا قرآن و حدیث سے الہام کی شرعی حیثیت اور حکم کو واضح فرمائیں!

مسئلہ رفع یدین:

ص۲۵۴ پر صاحب قاموس کی عبارت کا غلط سلط ترجمہ کیا ہے ''کثرت روایات کی وجہ سے (تین مواقع پر ثابت شدہ رفع الیدین) متواتر حدیث کے مشابہ ہے۔ اس مسئلہ میں چار سو حدیثیں اور آثار آئے ہیں۔ عشرہ مبشرہ صحابہؓ (جنہیں حضور ﷺ نے ان کی زندگی میں جنتی کہا تھا) نے ان کو روایت کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے رہے۔ یہاں تک کہ اس دنیا سے رحلت فرما گئے، اس کے سوا کچھ ثابت نہیں۔'' اس عبارت میں مذکور روایات کی تخریج میں جناب زبیر صاحب نے ایک فہرست تو عبدالرشید انصاری صاحب کی کتاب الرسائل سے دی ہے، جس پر تبصرہ ''مجموعہ رسائل'' میں چھپ چکا ہے۔

اس میں ۲۲ کتابوں کے حوالے تھے۔ اب زبیر صاحب نے ۵۰ کتابوں کی فہرست پوری کرنے کے بعد لکھا ہے: "یہ چار سو سے زیادہ روایات ہیں۔ ان کے علاوہ دوسری بہت سی کتب ہیں جنہیں اس عجالت میں دیکھا نہیں گیا۔ اور ہمارا مذکورہ بالا کتب میں دیگر بہت سی روایات ہیں جن کے تتبع کا ہمارے پاس وقت نہیں"۔ صادق صاحب تو فوت ہو چکے ہیں اب مخرج اور مصحح کی خدمت میں گزارش ہے کہ ان چار سو سے زائد روایات میں سے صرف اور صرف ایک حدیث پیش کریں جس میں غیر مقلدین کی رفع یدین کا مکمل مسئلہ ہو کہ دو سجدوں سے اٹھ کر (دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں) رفع یدین ممنوع ہے اور دو رکعتوں سے اٹھ کر (تیسری رکعت کے شروع میں) رفع یدین کندھوں تک سنت مؤکدہ متواترہ ہے اور دو سجدوں سے پہلے اور بعد میں رفع یدین ممنوع ہے اور ہر رکوع سے پہلے اور بعد کندھوں تک رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے۔۔۔۔۔ اس میں ایک جگہ جہاں رفع یدین کرنا ہے رفع یدین چھوڑنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور جہاں آپؐ نے نہیں کی وہاں ایک جگہ بھی رفع یدین کرنے سے نماز نہیں ہوتی۔ اور یہ طریقہ آپؐ کا وفات تک رہا۔ اور اس حدیث کا صحیح ہونا دلیل شرعی سے ثابت کریں اور دلیل شرعی کے بارہ میں آپ کا ایک ہی اعلان ہے۔" اہل حدیث کے دو اصول فرمان خدا اور فرمان رسول"۔ لیکن ہم صاف کہتے ہیں ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اگر یہ ایک بھی ایسی حدیث نہ لا سکے اور قیامت تک نہ لا سکیں گے تو یاد رکھیں کہ یہ فرقہ ایک ہی مسئلہ میں نبی پاک ﷺ پر چار سو سے زیادہ جھوٹ بولتا ہے اور حضرت آدمؑ کے زمانہ سے لے کر تا ایں دم اور کوئی اتنا جھوٹا فرقہ پیدا نہیں ہوا جو ایک ہی مسئلہ میں نبی پاکؐ پر چار سو سے زائد جھوٹ بولے۔

(۲) بقول اس فرقہ کے ''ان چار سو احادیث میں عشرہ مبشرہ سے بھی ان کی مکمل رفع یدین کے بارہ میں احادیث ہیں جن میں صراحت ہے کہ آنحضرتؐ اس دنیا سے رحلت فرمانے تک یہ رفع یدین کرتے رہے'۔ یہ بھی نبی پاکؐ اور عشرہ مبشرہ سے ثابت نہیں۔ نامعلوم یہاں زبیر صاحب کو شاید سانپ سونگھ گیا کہ نہ تو اس کی تخریج کی اور نہ ہی یہ بتایا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ حقیقت یہی ہے کہ یہ صاحب پچاس سے زیادہ کتب کی ورق گردانی کرنے کے بعد بھی اس سے عاجز رہے ہیں کہ ان عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے بھی ایسی حدیث پیش کرتے کہ آپؐ آخر عمر تک یہ مکمل اختلافی رفع یدین کرتے رہے۔ مگر گونگے ہو گئے ہیں، حق بات نہیں کہہ سکے۔

(۳) جس طرح غیر مقلدین کہا کرتے ہیں کہ بخاری مسلم سب سے زیادہ شان والی کتابیں ہیں اس لئے پہلے ان سے احادیث لی جائیں گی اور کسی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح جناب رسولؐ کے تمام صحابہ کرام میں سے یقیناً حضرات عشرہ مبشرہ کا مقام بہت بلند ہے۔ اس لئے غیر مقلدین کا فرض ہے کہ جب رفع یدین پر کتاب لکھیں یا اس مسئلہ پر مناظرہ کریں تو سب سے پہلے عشرہ مبشرہ کی وہ دس احادیث جن میں مکمل اختلافی رفع یدین ہو اور آخر عمر تک کی تصریح ہو پیش کیا کریں۔ جیسا یہ بخاری مسلم کو چھوڑ کر کسی اور کتاب کی طرف جانے کو گناہ سمجھتے ہیں ایسے ہی عشرہ مبشرہ کو چھوڑ کر ادھر ادھر جانے کو گناہ سمجھیں اور مناظرہ سے پہلے صحاح ستہ کے بارہ میں سب کو آگاہ کریں کہ صحاح ستہ والے عشرہ مبشرہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ تفصیلی رفع یدین اور آخر عمر کی صراحت کے ساتھ حدیث نہیں لا سکے۔۔۔۔۔۔ اہل سنت والجماعت بھائیوں سے درخواست ہے کہ جب تک عشرہ مبشرہ کی احادیث سے اپنی مکمل رفع یدین اور آخر عمر کی صراحت نہ دکھائیں آگے نہ چلنے دیں۔ کیونکہ مناظرہ سے پہلے اور بعد یہی عشرہ مبشرہ والا جھوٹ بول بول کر یہ سادہ لوح عوام کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اگر مناظرہ میں آپ نے اس مطالبہ سے چشم پوشی کی تو آپ بھی اس

جھوٹ کی اشاعت میں شریک سمجھے جائیں گے اور عین ممکن ہے کہ قیامت کو آپ سے بھی سوال ہو اور جناب نبی اقدسؐ اور حضرات عشرہ مبشرہ آپ سے پوچھیں کہ جب تقریروں اور تحریروں میں ہم پر یہ جھوٹ بولا جاتا تھا تو تم نے اس جھوٹ کو بند کرنے کی کوشش کیوں نہ کی اور اس جھوٹ کو کیوں پھیلنے دیا تو آپ کا جواب کیا ہوگا ؟ اس لئے زبیر صاحب بھی نور العینین کو ختم کر کے کوئی اور رسالہ لکھیں جس میں صرف عشرہ مبشرہ والی ہی دس احادیث ہوں ورنہ قیامت کو عشرہ مبشرہ کو کیا منہ دکھاؤ گے جب وہ پوچھیں گے کہ تو چارسو سے زیادہ گنتی تک کو چلا جاتا تھا لیکن ہم دسوں نے کیا گناہ کیا تھا کہ ہمارا نام لینا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا اور ہماری احادیث لکھنا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا اور اگر یہ جھوٹ ہے تو آخر جب رسول اقدسؐ اور عشرہ مبشرہؓ پوچھیں گے کہ کتاب میں ہم پر جھوٹ بولا گیا تھا اور تو نے اس کتاب کی تخریج کی تھی تو کیوں نہ اس کے جھوٹ ہونے کو تحریر وتقریر سے تو نے واضح کیا!

ثبوت:

(۴) دور وکٹوریہ سے جب سے یہ فرقہ بنا ہے اس فرقہ میں ایک فرد بھی ایسا پیدا نہیں ہوا جس کو اتنی سمجھ ہو کہ ثبوت عام ہے اور احکام فرض واجب سنت موکدہ مستحب اور مباح خاص خاص احکام ہیں ۔ فرض ثابت ہوتا ہے لیکن ہر ثابت چیز فرض نہیں ہوتی ہے، ہر سنت ثابت ہوتی ہے مگر ہر ثابت چیز سنت نہیں ہوتی، ہر مستحب ثابت ہوتا ہے لیکن ہر ثابت مسئلہ مستحب نہیں ہوتا۔ یہ لوگ کسی بات کا ثبوت پیش کر کے اپنی رائے سے اس پر فرض، سنت موکدہ، مستحب وغیرہ کے احکام جڑ دیتے ہیں۔ اب یہ چارسو سے زیادہ روایات کا شور ہے ان میں سے کسی ایک میں بھی ان کی رفع یدین کا نفیاً اثباتاً مکمل مسئلہ نہیں۔ اسی طرح کسی ایک میں بھی سنت موکدہ متواترہ کا حکم مذکور نہیں اور اگر نہ ہوتا تو صادق صاحب کے ہاں سنت موکدہ میں مداومت ضروری ہے اور ان میں سے کسی ایک میں دوام کی صراحت

نہیں۔ دیکھو جوتے پہن کر نماز پڑھنا ثابت ہے اور حدیث متواتر ہے لیکن کوئی غیر مقلد اس کو سنت مؤکدہ متواترہ نہیں کہتا اور نہ ہی جوتے اتار کر نماز پڑھنے والوں کی نماز کو خلاف سنت یا باطل قرار دیتا ہے اور نہ ہی ان کے خلاف کوئی انعامی اشتہار اور رسالہ شائع کرتا ہے۔ آخر اس متواتر کی اس قدر ناقدری کیوں کی جارہی ہے۔ اسی طرح ایک کپڑے میں نماز پڑھنا سنت موکدہ متواترہ ہے جو مرد یا عورت ایک سے زائد کپڑا نماز میں لے اس کی نماز خلاف سنت موکدہ متواترہ ہے یا باطل ہے۔ نہ اس تواتر کے ترک پر مناظرہ' نہ تقریر' نہ تحریر' اور نہ اشتہار۔ اس تواتر سے اتنی سردمہری کیوں۔ اب اگر یہ حرکتیں اس وجہ سے ہیں کہ یہ فرقہ ثبوت' فرض' سنت موکدہ' مستحب' مباح' مکروہ' حرام کی جامع مانع تعریف نہیں جانتا اس لئے یہ احکام اپنی جہالت سے بیان کرتا ہے تو اپنی جاہلانہ رائے سے بیان کردہ احکام کا نام عمل بالحدیث رکھنا اللہ کے نبی پاکؐ پر جھوٹ یا اپنی طرف سے دعویٰ نبوت تو نہیں ہے؟ اور اگر یہ کہو کہ یہ لوگ تو واقعی ناواقف ہیں مگر احناف کی ضد میں شوافع سے یہ احکام چوری کر کے لکھ دیتے ہیں تو پھر یہی سوال ہے کہ اس چوری کا نام عمل بالحدیث رکھنا اللہ کے نبی پاکؐ پر جھوٹ اور شوافع کی نبوت کا قائل ہونا تو نہیں؟ اور جو لوگ سنت فرض وغیرہ کی جامع مانع تعریف سے بھی جاہل ہوں ان سے اپنے دین کو بچانا چاہئے۔ آنحضرتؐ نے بہت ڈرایا ہے کہ علماء اٹھ جائیں گے اور لوگ جہلاء کو اپنا دینی پیشوا بنالیں گے وہ جہالت سے فتوے دیں گے' خود گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو گمراہ کریں گے۔ ان سے بچنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ ان کی تقلید کر لی جائے جن کے ہادی ہونے پر امت کا اجماع ہے اور جن کا مذہب مدون اور متواتر ہے۔

(۵) جناب صادق صاحب لکھتے ہیں "امام مالکؒ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ تینوں کے نزدیک رفع یدین کرنا سنت ہے گویا مذاہب اربعہ میں سے تین مذہب رفع یدین کے حامی ہیں"۔ ص ۲۵۳ اس عبارت سے ایک بات معلوم ہوئی کہ صادق صاحب اور ان کے طرفین کے

ہاں بھی مذاہب چار ہی ہیں (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) تو غیر مقلد لا مذہب ہوئے۔ مذہب اس راستے اور واسطے کو کہتے ہیں جو بواسطہ جماعت صحابہ منزل محمدی تک پہنچتا ہے۔ اس لئے ہم اپنے کو اہل سنت والجماعت حنفی کہتے ہیں۔ یعنی حنفی وہ ہے جو امام اعظم ابوحنیفہؒ کی رہنمائی میں بواسطہ جماعت صحابہ کرام سنت نبویؐ پر عامل ہیں۔ معلوم ہوا مذہب صحابہ کرام اور نبی سے ملاتا ہے اور فرقہ صحابہ کرام اور نبی پاکؐ سے کاٹتا ہے۔ اس لئے لامذہب فرقہ پرست ہوتا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے کہ غیر مقلدین کے نزدیک تیسری رکعت کے شروع میں رفع یدین کرنا بھی سنت موکدہ ہے اور ایک سنت کے چھوڑنے سے بھی نماز خلاف سنت ہو جاتی ہے تو غیر مقلدین کے نزدیک چاروں اماموں کی نماز خلاف سنت ہے۔ کیونکہ چاروں میں سے کسی ایک کے نزدیک بھی یہ رفع یدین سنت نہیں۔ تو کسی ایک کو بھی اپنے ساتھ ملانا محض دھوکا ہے۔ اگر قیامت کے دن حضور اکرمؐ نے تم سے پوچھ لیا کہ جو امام تمہارے عقیدے کے مطابق خلاف سنت نماز پڑھتے تھے میری سنت کے تارک تھے۔ تم اپنے آپ کو ان میں ملاتے تھے۔ جاؤ آج تمہارا حشر بھی تارکین سنت کے ساتھ ہوگا تو وہاں کیا کرو گے یہ جھوٹ فریب اور دھوکے اس دن کسی کام نہیں آئیں گے۔ یاد رہے جس طرح غیر مقلدین کی رفع یدین کیت (گنتی) میں کسی امام سے نہیں ملتی۔ اسی طرح کیفیت (حکم) میں بھی کسی امام سے نہیں ملتی۔ جو دو امام رفع یدین کے قائل ہیں وہ اپنے اجتہاد سے اس کو مستحب کہتے ہیں اور غیر مقلدین جس قدر رفع یدین کو لازمی مانتے ہیں یہ روافض کا مذہب ہے نہ کہ کسی اہل سنت امام کا۔ عجب بات ہے کہ اماموں کی تقلید کو شرک بھی کہتے ہیں اور ان کا نام لے لے کر عوام کو دھوکا بھی دیتے ہیں اس لئے احباب سے درخواست ہے کہ ایسے گندم نما جو فروشوں کے دھوکے سے اپنے دین کو بچائیں۔

فعل اور ترک:

دور برطانیہ میں جب سے یہ فرقہ بنا ہے ان میں ایک شخص بھی آج تک ایسا نہیں ہوا جس کو اتنا بھی علم ہو کہ روایت ہمیشہ فعل کی ہوتی ہے ترک کی روایت نہیں ہوتی یا بہت کم ہوتی ہے۔ لیکن یہ ان پڑھ فرقہ ترک میں بھی اتنی روایات کا مطالبہ کرتا ہے جتنی فعل میں ہوں۔ اس فریب کا پردہ چاک کرنے کے لئے ہم زبیر اینڈ کو سے مطالبہ کرتے ہیں کہ ہر رکعت میں رکوع ایک ہوتا ہے اور سجدے دو۔ اگر آپ کے ہاں فعل اور ترک میں روایات کا معیار ایک ہی ہوتا ہے تو ایک رکوع کے لئے آپ نے بڑی عجلت میں تھوڑی سے محنت سے چار سو سے زیادہ روایات کی نشان دہی فرمائی ہے۔ اب دو سجدوں کے لئے پوری محنت کر کے آٹھ سو سے زائد روایات کی فہرست مہیا فرما دیں۔ اسی طرح آپ تیسری رکعت کے شروع میں ایک رفع یدین کرتے ہیں اس کے لئے معمولی کوشش سے اگر آپ چار سو سے زیادہ روایات کی فہرست بنا سکتے ہیں تو دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں ترک رفع یدین کی آٹھ سو سے زائد روایات کی فہرست آپ کو پیش کرنا ہوگی۔ لیکن آپ صبح قیامت تک بھی پیش نہ کر سکیں گے یا فعل اور ترک کی روایات کے بارہ میں کوئی صحیح معیار بتائیں لیکن ہمیں یقین ہے کہ یہ قرض بھی آپ سر پر لے کر قبر میں چلے جائیں گے۔ ایسا نہ ہو کہ آپ کو محقق اہل حدیث اور امام الجرح والتعدیل کہنے والے آپ کی نماز جنازہ ادا کرنے سے بھی گریز کریں اور آپ کے مقروض مرنے پر ماتم کریں۔

اہمیت: نماز میں فرائض و ارکان بھی ہیں اور سنن و مستحبات بھی۔ لیکن کتاب صلوۃ الرسول اور اس کی تخریج میں کسی متفقہ فرض یا سنت موکدہ کے لئے بیس روایات کی فہرست بھی نہیں دی گئی۔ آخر یہ اختلافی رفع یدین کے لئے چار سو سے زیادہ روایات اور عشرہ مبشرہ کا نام لے لے کر فرائض سے بھی اس کی اہمیت بڑھائی جا رہی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ کیا اس

سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اختلافی رفع یدین کرنے والے ہمیشہ سے شدید قسم کے احساس کہتری میں مبتلا رہے ہیں اور اس احساس کی تسکین کے لئے مبالغہ آرائی میں اتنے آگے نکل گئے ہیں کہ تمام فرائض اور متفقہ سنن کی اہمیت کو بھی بھلا دیا اور اس مبالغہ کو غیر مقلدین نے انتہا تک پہنچا دیا ہے اس لئے مخرج صاحب سے گزارش ہے کہ وہ ہر ہر سنت کے لئے کم از کم چار چار سو روایات کی نشان دہی فرمائیں اور ہر ہر فرض کے لئے کم از کم ایک ایک ہزار روایات کی نشان دہی فرمائیں تاکہ رفع یدین والوں سے مبالغہ آرائی کا الزام دھل سکے۔

مطابقت: جب سے دنیا پیدا ہوئی اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ دعوی اور دلیل میں مطابقت بہت ضروری ہے لیکن جب سے یہ فرقہ پیدا ہوا ہے ان میں ایک شخص بھی نہیں ہوا جو دعوی اور دلیل کی مطابقت کو سمجھ سکتا ہو اسی ایک مسئلہ میں ہی دیکھیں ان کا دعوی ہے کہ چار رکعت نماز میں دس جگہ رفع یدین کرنا سنت موکدہ متواترہ ہے اور اٹھارہ جگہ رفع یدین نہ کرنا سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل میں شاہ ولی اللہؒ کی نامکمل عبارت نقل کی ہے۔ حالانکہ شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ رفع یدین کرنا اور نہ کرنا دونوں سنت ہیں مگر رفع یدین کرنا سنت فتنہ ہے اور ملک میں فتنہ ڈالنا طریق نبویؐ کے خلاف ہے۔ آپ نے دیکھا دعوی یہ تھا کہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل یہ کہ رفع یدین سنت فتنہ ہے اور فتنہ سے بچنا ہی طریق نبویؐ ہے۔ اسی طرح دعوی یہی ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل میں مولانا عبدالحئی لکھنویؒ کا نامکمل قول پیش کیا ہے۔ حالانکہ ان کے فرمان کا خلاصہ یہ ہے کہ رفع یدین سنت غیر موکدہ ہے اور اس کا ترک صحیح حدیث سے ثابت ہے اور رفع یدین میں بھی دسویں رفع یدین کا کوئی ذکر نہیں۔ کیا دعوی اور دلیل میں مطابقت اسی کو کہتے ہیں؟ پھر درمختار اور ذخیرہ کا حوالہ دیا ہے۔ دعوی یہ ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل یہ ہے کہ درمختار میں لکھا ہے کہ رفع یدین سے نماز ٹوٹتی نہیں۔ حالانکہ درمختار کی

شرح میں صاف لکھا ہے کہ یہ اختلافی رفع یدین مکروہ ہے کیونکہ یہ ایک زائد فعل ہے اور نماز کے متممات میں سے نہیں (شامی ا۔۴۶۲) ماشاء اللہ! دعویٰ میں کیسی مطابقت ہے۔ دعویٰ یہ ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل یہ ہے کہ اس رفع یدین سے نماز نہیں ٹوٹتی ہاں مکروہ ہو جاتی ہے۔ ؎

بریں فہم و دانش بباید گریست

دعویٰ تو یہ ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ مقلد حنبلی کا قول ذکر کیا ہے حالانکہ وہاں نہ تو دسویں رفع یدین کا ذکر ہے نہ ۹ جگہ کی رفع یدین کو انہوں نے سنتوں میں ذکر کیا ہے۔ ان کی بات کا خلاصہ یہ ہے کہ ۹ جگہ کی رفع یدین بھی سنت نہیں صرف ھیئات میں ہے۔ اور ھیئات وہ کام ہیں جو اپنے امام کی تقلید میں کئے جائیں۔ سبحان اللہ! دعوی یہ تھا کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل یہ کہ ۹ جگہ بھی سنت نہیں یہ حنابلہ کا ایک تقلیدی عمل ہے ایسے دلائل دیکھ کر بے ساختہ زبان پر یہ شعر آتا ہے۔ ؎

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند
درجہل مرکب ابدالدھر بماند

دعویٰ یہ ہے کہ دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے اور دلیل میں لکھتے ہیں سرتاج احناف حضرت امام محمد کا نعرہ حق رفع الیدین برحق۔ حالانکہ امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ رفع یدین صرف تکبیر تحریمہ کے وقت سنت ہے اور تحریمہ کے بعد رفع یدین والی حدیث پر خود اس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے عمل نہیں کیا اور ترک رفع یدین میں بہت سے آثار ہیں جبکہ رفع یدین کی تابعین میں نہ کسی نے سنی نہ دیکھی۔ ماشاء اللہ! دعوی اور دلیل میں کیسی مطابقت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کتاب لکھتے وقت مصنف کا دل بھی یہ شعر پڑھتا رہا ہوگا۔ ؎

ان لـم اقـل هـذا و هـذا و ذا

بـای شیـئـی کـنـت ابـلـی الکتـاب

مکرم ناظرین فقہا سے بغاوت اور عداوت کا یہی انجام ہوتا ہے اس لئے دل چاہتا ہے کہ ہم بھی ان کی خدمت میں یہ اشعار پیش کر دیں ؎

تسـامـی اهـل فـقـه و اجتهـادفحقـا انت اغبی الاغبیـاء
اذا اجتهدالـرجال بغیر علم فبطن الارض خیر من فضاء
فهـم افتـوا فـضـلـوا و اضـلـواکمـا قـال المکرم ذو العلاء
فـواعـجبـا یـنـقـص اهـل فـقـهـانـاس هم اقل من الهبـاء

بلی تھیلے سے باہر آ گئی :

اختلافی رفع یدین کی بحث میں مبالغوں اور مغالطوں کی حد کر دی بڑی اچھل کود اور بلا کی ذہنی ورزش کرنا پڑی۔ دعویٰ یہ کیا کہ'' رسول اللہؐ وفات تک رفع یدین کرتے رہے''۔اس سلسلہ میں چار سو سے زائد روایات کا جھوٹ گھڑا گیا۔عشرہ مبشرہ پر بھی بہتان باندھا گیا مگر کھودا پہاڑ نکلا چوہا وہ بھی مرکر پھنا ہوا۔ص۲۵۰ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی ایک روایت نقل کی۔اس فماز الت والی حدیث میں مفصل بحث مجموعہ رسائل او رمزید''الخیر'' میں کر چکا ہوں۔ وہ ساری بحث زبیر صاحب کے سامنے تھی مگر اس کے جواب میں ایک لفظ بھی نہیں لکھا۔ علامہ نیمویؒ نے آثار السنن میں لکھا تھا۔ یہ حدیث ضعیف بلکہ موضوع ہے۔ مبارکپوری صاحب نے ابکار المنن میں یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ہمارا مدار اس حدیث پر نہیں ...ت ثنائی میں ہے کہ جلال پور پیروالا میں اس فرقہ کے شیخ الاسلام مولوی فاضل ایڈیٹر اخبار اہلحدیث امرتسر جناب مولانا ثناء اللہ صاحب نے اس حدیث سے یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ ہم دوام رفع یدین کے قائل ہی نہیں اور مولانا عبدالروف صاحب نے یہ فرمایا کہ

''علی کل حال یہ روایت انتہائی ضعیف ہے'' (صلوۃ الرسول ص ۲۷۳) مگر جھوٹ کو سچ بنانے کی جو جسارت اس فرقہ میں جناب زبیر صاحب کو نصیب ہوئی وہ اپنی مثال آپ ہیں فرماتے ہیں ''التلخیص الجبیر والی اس روایت میں دو راوی عصمہ بن محمد اور عبدالرحمٰن بن قریش سخت مجروح ہیں لیکن اس کے بہت سے صحیح شواہد موجود ہیں۔اصول حدیث کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ جو روایت شواہد کے ساتھ صحیح ثابت ہو جائے اسے صحیح تسلیم کیا جاتا ہے۔ص ۱۲۵ جل جلالہ اللہ رے یہ جسارت! ان دونوں راویوں پر سخت جرح ہے۔ایک کے بارہ ہے کذاب یضع الاحادیث بڑا جھوٹا تھا من گھڑت حدیثیں بناتا تھا۔دوسرے کے بارہ میں بھی سلیمانی نے یہی کہا ہے کہ جھوٹی حدیثیں گھڑا کرتا تھا۔اب زبیر صاحب کا اصول حدیث کا متفقہ لفظ استعمال کر کے رعب ڈالنا۔اصول حدیث تو امتیوں کی آراء کا مجموعہ ہے۔آپ کب سے اہل حدیث سے اہل رائے بنے ہیں! پھر یہ ان بے چاروں پر بھی جھوٹ بولا ہے کسی نے نہیں کہا کہ جھوٹ شواہد سے سچ ہو جاتا ہے۔پھر شاہد کی کیا تعریف ہے اور صحیح کی کیا تعریف ہے تاکہ صحیح شواہد کی جانچ پرکھ کی جا سکے۔

(۱) خود یہ جھوٹی حدیث بھی غیر مقلدوں کے دعویٰ کے مطابق نہیں حیرانی ہے کہ زبیر صاحب ۵۰ تک کتابوں کی گنتی کر سکتے ہیں۔چار سو سے زائد روایات شمار کر سکتے ہیں لیکن دس کی گنتی نہیں جانتے۔

آپ کا دعویٰ ہے کہ چار رکعت نماز میں دس جگہ رفع یدین سنت موکدہ متواترہ ہے۔آپ اس جھوٹی حدیث میں ہی دس جگہ اثبات رفع یدین اور اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین کی گنتی پوری کر دیں تو ایک نہاری انعام اور جھوٹی حدیث کی وجہ سے جھوٹے اہل حدیث کا لقب مفت جب ایک سنت کے ترک سے بھی نماز خلاف سنت ہوتی ہے تو پہلے آپ کہا کرتے ہیں کہ احناف کی نماز خلاف سنت ہے اور خوب ترقی کی کہ نبی پاکؐ بھی وفات تک خلاف سنت ہی نماز پڑھتے رہے۔ایں کار راز تو آید و مرداں چنیں کنند۔

سب مجھ کو ہی کہتے ہیں کہ نیچی رکھ نظر اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہو کر

(۲) آیئے ذرا شواہد کو دیکھیں۔ پہلے ذہن نشین کر لیں کہ شاہد سے کیا شہادت لینی ہے کہ چار رکعت نماز میں دس جگہ اثبات رفع یدین (کندھوں تک کی صراحت) اٹھارہ جگہ ترک رفع یدین کی صراحت اور وفات تک کی بھی صراحت ہو.... جب یہ تین باتیں ہوں گی تو اس کو شاہد مان لیا جائے گا۔ اب زبیر کا شاہد اول کہتا ہے۔حضور اکرم ﷺ نے تحریمہ میں ایک ہاتھ اٹھایا یہ معلوم نہیں کہاں تک۔ رکوع کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے معلوم نہیں کہاں تک۔ یعنی دس رفع یدین کی بجائے ڈیڑھ رفع یدین کا اثبات ہے اور اٹھارہ کے ترک کی بھی صراحت نہیں۔ ہاں فارق الدنیا کا لفظ ہے یعنی حضور اکرم ﷺ غیر مقلدین کے اعتقاد کے مطابق وفات تک نماز میں ساڑھے سات اثباتی سنتوں کے تارک رہے اور اٹھارہ ترک والی سنتوں کے تارک رہے۔ باقی اس روایت کی سند اور متن میں زبیر صاحب نے جو تحریف کی ہے وہ میں موقر ماہنامہ الخیر میں تفصیل سے ذکر کر چکا ہوں۔

دوسرا شاہد:

● پیر صاحب کہتے ہیں حضرت ابوہریرہؓ سے رفع یدین باسند صحیح ثابت ہے۔ حالانکہ سند میں زہری اور ابن جریج کی تدلیس ہے اور اس دو وجہ سے خود زبیر کے ہاں یہ ضعیف ہے اور اس میں رفع یدین کا ذکر کرنے والا راوی یحییٰ بن ایوب بھی متکلم فیہ ہے۔ اور فارق الدنیا والا جملہ رفع یدین والی حدیث میں نہیں تکبیر والی حدیث میں ہے۔ ایسا استدلال زبیر صاحب کی خصوصیات سے ہے، جیسے ایک جگہ لکھا ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نبی ہیں، دوسری جگہ لکھا ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ آخری نبی ہیں۔ اب زبیر صاحب دونوں فقروں کا خلاصہ نکال لیں کہ موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں تو یقیناً یہود

تحریف میں انہیں اپنا امام مان لیں گے اور اگر ایک جملہ ایک حدیث سے، دوسرا دوسری سے لے کر استدلال شروع کر دیئے جائیں، اب زبیر صاحب ہمت کر کے قرآن کی آیت غلام حلیم سے غلام اٹھالیں اور برسول یأتی من بعدہ اسمہ احمد سے احمد اور رسول کا لفظ اٹھا کر جوڑ لیں غلام احمد رسول تو یقیناً قادیانی اسے ورلڈ بینک میں اعلیٰ ملازمت دلا دیں گے۔

تیسرا شاہد:

زبیر صاحب لکھتے ہیں "مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ غزوۂ تبوک (اوائل جولائی ۶۳۰ء بمطابق ۹ھ کما وقع فی فتح الباری) کے موقع پر حضورؐ کے پاس آئے (بحوالہ ابن سعد) اب انہوں نے کیا دیکھا رکوع سجدوں کی رفع یدین، ۲۵ جگہ کا اثبات، نفی کسی جگہ کی نہیں، البتہ تیسری رکعت کے شروع کی رفع یدین بھی انہوں نے ذکر نہ کی، نہ دس جگہ کا اثبات نہ ۱۸ جگہ کی نفی نہ وفات تک کا ذکر، ۹ ہجری کا ذکر جو فتح الباری اور طبقات ابن سعد کے حوالہ سے کیا ہے۔ طبقات ابن سعد میں کسی ضعیف سند سے بھی حضرت مالک بن الحویرث کا ۹ ہجری میں تشریف لانا مذکور نہیں۔ ۹ھ کے بعد سجدوں کی جگہ رفع یدین کا ترک ثابت کریں۔ ۹ھ کے بعد تیسری رکعت کے شروع کی رفع یدین کا ثبوت دیں۔ ہاں بخاری ص۱۱۳، ج۱ پر حضرت مالک بن الحویرثؓ کا اپنے گھر والوں کو نماز سکھانے کا ذکر ہے۔ وہاں کسی رفع یدین کا بھی ذکر نہیں، جبکہ اصول ہے السکوت فی معرض البیان بیان.

چوتھا شاہد:

حضرت وائلؓ کو پیش کیا ہے کہ ان کی پہلی آمد ۹ھ میں بتائی ہے، حوالہ عمدۃ الباری کا دیا ہے۔ لیکن یہ کسی صحیح سند سے ثابت نہیں اور دوسری آمد ۱۰ھ میں ابوداؤد کا حوالہ دیا ہے، یہ بھی جھوٹ ہے، ابوداؤد میں ۱۰ھ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ ابوداؤد میں پہلی روایت میں

تحریمہ، رکوع اور سجود کی رفع یدین کا ذکر ہے اور اس پر امام حسن بصری کی تصدیق بھی ہے۔ پھر دوسری روایت میں صرف تحریمہ اور رکوع کی رفع یدین کا ذکر ہے اور دوسری آمد کے وقت صرف تحریمہ کی رفع یدین کا ذکر ہے اور بس۔ تو اس حدیث سے صاف معلوم ہوگیا کہ آخر میں صرف تحریمہ کی رفع یدین رہ گئی تھی۔ حضرت وائلؓ کی رفع یدین کی حدیث سن کر امام ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا تھا کہ اگر حضرت وائلؓ نے جو مسافر صحابی تھے آپؐ کو ایک دفعہ رفع یدین کرتے دیکھا ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے (جو حاضر باش صحابی تھے) آپؐ کو پچاس مرتبہ رفع یدین نہ کرتے دیکھا (طحاوی) اور یہ بھی فرمایا کہ میں نے کبھی کسی کو رفع یدین کرتے دیکھا نہ سنا (موطا محمد) اور کسی تابعی نے امام ابراہیم نخعیؒ کی ان دونوں باتوں کی تردید نہیں فرمائی اور یہ بھی یاد رہے کہ حضرت وائل بن حجرؓ بھی کوفہ میں ہی آباد تھے اور امام ابراہیم نخعیؒ نے کسی ایک کو بھی ترک رفع یدین سے مستثنیٰ نہیں فرمایا۔ اس لئے زبیر صاحب ہمت کریں اور حضرت وائلؓ یا ان کی اولاد حضرت علقمہؒ، حضرت عبدالجبارؒ، ان کے پوتوں حجر اور سعید وغیرہ سے ہی اپنی رفع یدین ثابت کردیں ۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

پانچواں شاہد:

خود زبیر کہتا ہے رسول اللہ ﷺ سے ساری زندگی میں ایک دن بھی کسی ایک نماز یا کسی ایک رکعت میں ترک رفع یدین ثابت نہیں --- زبیر کی اس بڑ کی حیثیت اس سے زیادہ نہیں کہ اگر چہ گندہ مگر ایجاد بندہ۔ تو کب حضور ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ترک رفع یدین عملاً متواتر ہے، اور اس بارہ میں احادیث کا انکار زبیر کی تہمت ہے۔ اس نے اس جھوٹی حدیث کو صحیح کہہ کر اپنے پاؤں پر کلہاڑا مار لیا ہے۔ اب اسی حدیث کو ہم معیار رکھیں گے کہ جب کذاب اور وضاع راویوں

کی حدیث بھی تیرے نزدیک صحیح ہے، تو اب کس حدیث کو ضعیف کہہ سکے گا۔ چہ جائیکہ موضوع اور من گھڑت کہے۔ آہ! دعویٰ یہ تھا کہ دس جگہ کی دوام رفع یدین سنت مؤکدہ متواترہ ہے۔ مگر یہاں تو ایک متفق علیہ بھی نہ ملی۔ ایک صحاح ستہ سے بھی نہ ملی۔ اگر ملی تو ایک من گھڑت، جس پر عمل کر کے یہ سب جھوٹے اہل حدیث قرار پا گئے۔

تعارض:

اہل سنت والجماعت کے مذاہب اربعہ کے اصول ہیں مگر یہ لا مذہب فرقہ جب سے بنا ہے ان کا کوئی اصول نہیں۔ بلکہ عجیب بات تو یہ ہے کہ یہ اہل سنت کے اصول کو سمجھنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے۔ ان میں آج تک کوئی ایسا شخص پیدا نہیں ہوا جو تعارض ادلہ کی حقیقت سے واقف ہو۔ یہ احادیثِ نبویہ میں ٹکراؤ کی پالیسی کے قائل ہیں۔ فوراً دو احادیث کو آپس میں ٹکرا کر ایک کو صحیح اور دوسری کو من گھڑت کہہ دیتے ہیں۔ ان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تعارض کے لئے وحدتِ زمانی شرط ہے۔ آنحضرت ﷺ ۲۳ سال نمازیں ادا فرماتے رہے۔ جو نمازیں بیت المقدس کی طرف پڑھیں وہ اور نمازیں تھیں اور جو بیت اللہ شریف کی طرف پڑھیں وہ اور نمازیں تھیں۔ جب نماز میں باتیں جائز تھیں وہ زمانہ اور تھا اور جب کلام سے منع فرما دیا یہ زمانہ اور تھا۔ جن نمازوں میں سجدوں میں رفع یدین کی وہ اور زمانہ کی ہیں اور جن نمازوں میں رفع یدین نہیں کی وہ اور زمانہ کی ہیں۔ جن نمازوں میں رکوع کے وقت رفع یدین کی وہ اور زمانہ کی ہیں اور جن نمازوں میں رفع یدین نہیں کی وہ اور زمانہ کی ہیں۔ اس لئے ان احادیث میں حقیقی تعارض نہیں ہے۔ مگر غیر مقلدین غلط ترجمہ کر کے احادیث میں حقیقی تعارض پیدا کر لیتے ہیں۔ پھر ایک حدیث کو مان لیا دوسری کا انکار کر دیا۔ اور اس انکار حدیث کا نام عمل بالحدیث رکھ لیا ہے۔

مثال:

حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام سچے نبی ہیں۔ ان کا زمانۂ نبوت الگ الگ ہے۔ ایک زمانہ تک موسیٰ علیہ السلام کی اتباع رہی۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی اتباع کا زمانہ آ گیا۔ ان میں کوئی تعارض نہیں۔ دونوں نبی سچے ہیں۔ دونوں پر ایمان ہے، ہاں عمل کا زمانہ الگ الگ ہے۔ لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام آخری نبی ہیں۔ یہ بات بالکل جھوٹ ہے۔ لیکن اس جھوٹ بولنے کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی جھوٹا ماننا لازم آتا ہے۔ کیونکہ اگر ان کو سچا مانا جائے تو موسیٰ علیہ السلام کا آخری نبی ہونا باقی نہیں رہتا۔ اب دیکھئے اس طرح ایک جھوٹ نے دونوں نبیوں پر ایمان سے محروم کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر صحیح ایمان یہی تھا کہ ان کو نبی مانا جائے۔ لیکن ان کو آخری نبی ماننا صحیح نہیں اور پھر ان کے زمانہ کے ختم ہوجانے کے بعد ان کی شریعت پر عمل کرنا بھی عمل بالمنسوخ ہے۔ اس طرح ایمان بھی غلط ہوگیا اور عمل بھی اور موسیٰ ؑ کو آخری نبی ماننے کی وجہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا انکار کرنا پڑا۔ ایک سچے نبی کو جھوٹا کہہ کر ایمان بھی برباد کیا اور ان کی اتباع سے بغاوت نے اعمال بھی ختم کر دیئے۔ دیکھئے ایک جھوٹ نے کس طرح ایمان اور عمل کو برباد کر ڈالا۔ نبیوں میں ٹکراؤ پیدا کر لیا۔

رفع یدین :

تکبیر تحریمہ کی رفع یدین ثابت ہے۔ کوئی نص یا تعامل اس سے متعارض نہیں۔ دعائے قنوت کے وقت رفع یدین حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اسی طرح ثابت ہے جس طرح جمعہ کی اذان اول حضرت عثمانؓ سے اور اس سے بھی کوئی نص یا تعامل متعارض نہیں اور عیدین کی تکبیرات کے ساتھ رفع یدین بھی نص اور تعامل سے ثابت ہے اور کوئی نص اور تعامل اس سے متعارض نہیں۔ یہ مقامات رفع یدین کے وہ ہیں جہاں ہر رفع یدین کے ساتھ تکبیر بھی ہے اور اقم الصلوٰۃ لذکری. قائم کر نماز کو میری یاد کے لئے۔ یہ

رفع یدین تکبیر کے ملنے سے عبادت بھی ہے اور غیر متعارض بھی۔ اس کے خلاف رکوع اور سجود کی رفع یدین ایک تو تکبیر کے بغیر ہے، کیونکہ وہاں جو تکبیرات ہیں وہ تکبیرات انتقال ہیں، سجدے رکوع میں جھکنے کے ساتھ ساتھ تکبیر ہے، تکبیر رفع یدین نہیں۔ پھر جس طرح بلا تکبیر رفع یدین کرنے کی احادیث ہیں اس طرح یہاں رفع یدین کے نہ کرنے کی بھی احادیث ہیں۔ جس طرح اس بارہ میں احادیث میں اختلاف ہے کہ آنحضرت ﷺ ہاتھ کہاں تک اٹھاتے تھے۔ بعض احادیث میں ہے کہ آپ کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور بعض میں ہے کہ کانوں کی لو تک۔ ان دونوں قسم کی احادیث کو غیر مقلد بھی مانتے ہیں۔ اسی لئے اپنی تقریر اور تحریر میں کہا کرتے ہیں کہ آپؐ کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور کبھی کانوں تک۔ لیکن عمل میں وہ صرف کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے ہیں، کانوں تک ہاتھ نہیں اٹھاتے۔ اور وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کندھوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث بخاری مسلم دونوں میں ہے اور متفق علیہ ہے۔ اور کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی حدیث مسلم شریف میں ہے۔ اس لئے اس حدیث کو صحیح ماننے کے باوجود اس پر عمل نہیں کرتے۔ حالانکہ جزء رفع یدین بخاری میں ہے کہ صحابہ کرامؓ کانوں تک ہاتھ اٹھاتے تھے۔ تو غیر مقلدین نے ایک قسم کی احادیث پر عمل بھی چھوڑا اور صحابہ کرامؓ کے تعامل کو بھی چھوڑا، جس کے بارہ میں جزء بخاری میں ہے کہ ایک صحابی بھی اس سے مستثنیٰ نہ تھا۔ اور پھر بھی اپنا نام اہل حدیث رکھا۔ ادھر اہل سنت بھی مانتے ہیں کہ حضرتؐ کبھی کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے اور کبھی کانوں تک۔ ان میں تطبیق کی کیا صورت ہو، انہوں نے حضور ﷺ کی طرف رجوع کیا۔ آپؐ نے حضرت وائل بن حجرؓ کو فرمایا تھا جب تم نماز پڑھنے لگو تو اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے دونوں ہاتھ پستانوں تک اٹھائے (معجم کبیر طبرانی ص۱۸، ج۲۲) اب ہمارے مرد اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاتے ہیں اور عورتیں کندھوں تک۔ اس طرح تمام احادیث پر عمل ہوگیا۔ لیکن تمام احادیث پر اور تعامل صحابہ کرام پر عمل کرنے والوں کو غیر مقلد اہل الرائے کہتے ہیں۔ اور اپنی اس رائے

سے کہ فلاں حدیث اور فلاں تعامل صحابہ بخاری میں نہیں ان احادیث اور تعامل صحابہ پر عمل نہ کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھا ہے، لیکن اس مسئلہ میں یہ تو غنیمت تھا کہ مانتے دونوں حدیثوں کو تھے، اگر چہ عمل ایک پر تھا دوسری پر نہ تھا۔ مگر رکوع اور سجدہ کی رفع یدین میں دونوں طرف احادیث ہیں۔ حضرت رکوع سے پہلے اور بعد (بلا تکبیر) رفع یدین کرتے تھے۔ اور بعض میں ہے نہیں کرتے تھے۔ آپ سجدوں کے وقت رفع یدین کرتے تھے (بلا تکبیر) اور یہ بھی کہ نہیں کرتے تھے۔ اب غیر مقلدین نے جھوٹا ترجمہ کر کے ان احادیث میں حقیقی ٹکراؤ پیدا کر لیا۔ وہ جھوٹ یہ بولا کہ آنحضرت ﷺ ساری عمر وفات تک رکوع کی رفع یدین کرتے رہے۔ ایک نماز بھی رکوع کی رفع یدین کے بغیر نہیں پڑھی۔ اس طرح دونوں قسم کی احادیث پر ایمان صحیح نہ رہا۔ کیونکہ یہ بات دوام والی رفع یدین والی حدیثوں میں نہیں۔ یہ رسول پاک پر جھوٹ ہے، جیسے یہ کہنا کہ قرآن پاک میں موسیٰ کو آخری نبی لکھا ہے قرآن پر جھوٹ ہے اور اس جھوٹ کی وجہ سے ترک رفع یدین کی احادیث جو معناً متواتر ہیں ان کو جھوٹا کہہ کر ان کو ماننے سے ہی انکار کر دیا۔ اس طرح ایمان تو ان کا دونوں قسم کی احادیث میں سے کسی ایک قسم کی پر بھی صحیح نہ رہا۔ البتہ ایک قسم کی حدیث میں عمل کیا۔ لیکن ایمان غلط ہونے کے بعد اس عمل کی کیا قیمت رہی؟ ان کی وہی حالت ہوگئی کہ حضرت موسیٰ کو آخری نبی مان کر حضرت عیسیٰ اور موسیٰ کے بارہ میں اپنا ایمان بھی برباد کر لیا اور اعمال بھی۔ کیونکہ اب یہ عمل بالمنسوخ ہے۔

اس کے برعکس اہل سنت نے دونوں قسم کی احادیث پر بالکل صحیح صحیح اتنا ہی ایمان رکھا جتنا احادیث میں ہے کہ آپ نے رفع یدین کے ساتھ بھی نمازیں پڑھی ہیں اور بغیر رفع یدین کے بھی۔ اس لئے اہل سنت کے ایمان بالحدیث میں ذرہ برابر خرابی نہیں ہے۔ اب رہا عمل کہ عمل کے لئے کن احادیث کو راجح مانا جائے۔ تو وہ کہتے ہیں کہ اس بارہ میں قرآن یا حدیث کا کوئی صریح فیصلہ نہیں ہے فلاں راجح ہے فلاں مرجوح .... اس لئے یہاں اہل

حدیث کہلانا گویا قرآن حدیث پر جھوٹ بولنا ہے۔ اس لئے یہاں مجتہد اجتہادی قواعد سے کسی کو راجح یا مرجوح قرار دے گا۔ اس کو سب جانتے ہیں کہ پہلے بہت سے کام مباح تھے، پھر حرام قرار دیئے گئے، پہلے شراب پیتے تھے، پھر حرام ہوئی، پہلے متعہ کر لیتے تھے، پھر حرام ہوا۔ پہلے نماز میں باتیں کر لیتے تھے، پھر منع ہوئیں۔ اس کی بے شمار مثالیں ہیں کہ رفتارِ شریعت اباحت اور جواز سے حرمت کی طرف آئی ہے۔ اس لئے جہاں دو قسم کی احادیث ہوں، ایک میں کام کا جواز ہو. دوسری میں عدم جواز اور اللہ و رسول کا صریح فیصلہ نہ ہو کہ فلاں حدیث پہلے کی ہے فلاں بعد کی۔ وہاں اس قاعدے کے مطابق جواز والی حدیث کو پہلے زمانے کی اور ترک والی کو بعد والے زمانے کی قرار دیا جائے گا۔ اس لئے رکوع، سجود میں رفع یدین کی دونوں قسم کی احادیث کو صحیح ماننے کے بعد رکوع، سجود میں ترک رفع یدین کی احادیث کو آخری زمانہ سے متعلق مانا کہ ان پر عمل جاری رہا۔ ایمان دونوں پر رکھا اور عمل ان پر کیا جن پر اس قاعدے کے مطابق عمل جاری رہنا ثابت ہوگیا۔ اور یہ فیصلہ کسی آیت اور حدیث کے صریح فیصلے کے خلاف نہیں.... اسی طرح یہ بھی کتاب و سنت سے ثابت ہے کہ نماز میں سکون مطلوب ہے۔ قوموا للّٰہ قانتین اور اسکنوا فی الصلوٰۃ. اور نماز کے احکام حرکت سے سکون ہی کی طرف آئے ہیں۔ ادھر آپ نے رفع یدین کو خلاف سکون فرمادیا۔ مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذ ناب خیل شمس اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ اب جو رفع یدین تکبیر والی اور غیر متعارض ہے وہ تو باقی رہی، لیکن جس طرح گھوڑے بغیر اللہ اکبر کہے دم اٹھاتے ہیں ایسی رفع یدین اور جو متعارض بھی ہو منسوخ ہوگئی۔ تو یہ سمجھ میں آیا کہ ان متعارض احادیث میں رفع یدین کرنے کی احادیث اس زمانے کی ہیں جب ابھی سکون کا یہ حکم نہیں ہوا تھا اور ترک رفع یدین کی احادیث سکون کے حکم کے بعد کی ہیں، اس لئے دونوں کو صحیح مان کر عمل میں یہی راجح ہیں.... ادھر اہل سنت والجماعت یہ بھی یقین رکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کی پاکیزہ جماعت فہمِ حدیث اور عمل بالحدیث میں ہم

سے زیادہ مستعد ہے۔ تو دیکھا گیا کہ رفع یدین کی اعلیٰ ترین حدیث جس کی سند مدنی ہے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے۔ خود حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا اپنا عمل بھی اس پر نہیں تھا اور اہل مدینہ کا تعامل بھی اس کے خلاف تھا۔ اسی طرح عشرہ مبشرہ صحابہ کرام میں سے صحاح ستہ میں صرف حضرت علیؓ سے رفع یدین کی حدیث ہے اور حضرت علیؓ اور تمام اصحاب علی کا عمل اس کے خلاف ترک رفع یدین پر تھا۔ اس کے برعکس حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی بلا اختلاف اس حدیث کے موافق ترک رفع یدین پر عامل رہے اور تمام اہل کوفہ بھی اجماعاً اسی حدیث پر عامل رہے۔ اس سے بھی پتہ چلا کہ جلیل القدر صحابہ کرام اور تابعین میں عملی تواتر ترک رفع یدین پر رہا۔ اس سے بھی ترک کی احادیث کا راجح ہونا معلوم ہوا۔ خلاصہ یہ ہوا کہ اہل سنت والجماعت دونوں قسم کی احادیث پر نہایت صحیح اور کامل ایمان رکھتے ہیں۔ اور راجح احادیث پر عمل کرتے ہیں۔ جبکہ غیر مقلدین کا صحیح ایمان تو ان میں سے کسی قسم پر بھی نہیں، رہا عمل تو ایمان غلط ہونے کے بعد عمل کی کیا قیمت؟ پھر ان میں عمل کے لئے صرف اہل سنت کی ضد پر ان کا مدار ہے کہ اہل سنت کے ہاں جو احادیث مرجوح ہیں، راجح پر اہل سنت نے عمل کرلیا، ہم ان کی ضد میں مرجوح احادیث پر عمل کریں گے۔ غلط ایمان اور مرجوح پر عمل کرنے کا نام عمل بالحدیث رکھ لیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ غیر مقلدین ہر اختلافی حدیث میں ہمیشہ یا وفات تک کا جھوٹ اپنے پاس سے ملا کر اس حدیث پر بھی اپنا ایمان غلط کرتے ہیں اور دوسری کو جھوٹا کہہ کر منکر حدیث بنتے ہیں۔ اور دونوں کو حقیقتاً متعارض قرار دیتے ہیں، حالانکہ تعارض کے لئے وحدتِ زمان شرط ہے اور یہاں ان احادیث کا تعلق الگ الگ زمانوں سے ہوتا ہے۔ اس طرزِ عمل سے ان کی اپنی نظروں میں بھی احادیث رسول کی عظمت ختم ہوگئی ہے۔ صحاح ستہ میں سے سنن اربعہ کے باقاعدہ دو دو ٹکڑے کردیئے گئے ہیں۔ امام ترمذیؒ نے تین لاکھ

احادیث سے چن کر ترمذی شریف میں ۳۱۱۵ احادیث لکھیں۔ اب البانی غیر مقلد نے اس کے دوٹکڑے کر ڈالے۔ ۲۲۸۳ احادیث صحیح ترمذی میں اور ۸۳۲ ضعیف ترمذی میں شائع کیں۔ امام ابوداؤدؒ نے ۵ لاکھ احادیث سے کئی سال کی محنت سے ۴۸۰۰ احادیث سنن ابی داؤد میں لکھیں۔ البانی نے اس کے بھی دوٹکڑے کر دیئے۔ ۳۶۷۳ صحیح ابوداؤد میں، ۱۱۲۷ ضعیف ابوداؤد میں۔ اسی طرح امام ابن ماجہ نے ۴ لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے ۴۰۰۰ احادیث لکھیں۔ البانی نے ۳۰۵۲ کو صحیح ابن ماجہ اور ۹۴۸ کو ضعیف ابن ماجہ میں بانٹ دیا۔ امام نسائی نے دو لاکھ احادیث سے السجتبٰی چنی۔ البانی نے ۳۸۷۴ کو صحیح نسائی اور ۴۴۷ کو ضعیف نسائی قرار دیا۔ اس طرح صحاح ستہ میں سے صرف چار کتابوں میں سے ۳۳۵۴ احادیث کو ضعیف قرار دے دیا۔ آجکل غیر مقلدین کا سب سے بڑا کارنامہ یہی رہ گیا ہے کہ زیادہ سے زیادہ احادیث کو ضعیف کہہ کر انکار کردو۔ پہلے البانی نے الصحیحہ ۸ جلدوں میں لکھی، جس میں ۴۰۰۰ احادیث ہیں اور الضعیفہ ۵ جلدوں میں لکھی جس میں ۲۵۰۰ احادیث ہیں۔ اب اس کے شاگردوں علی حسن علی، ابراہیم طٰہٰ اور محمد مراد نے الموسوعہ الاحادیث والاثار الضعیفہ والموضوعہ ۱۲ جلدوں میں لکھی ہے، جس میں ۳۱۵۷۷ احادیث کا تذکرہ ہے۔ اگر کوئی غیر مسلم ان سے پوچھ لے کہ جتنی غلط باتیں معاذ اللہ مسلمانوں نے اپنے نبی کی طرف منسوب کی ہیں کسی اور امت نے اپنے نبی کی طرف اتنی غلطیاں منسوب نہیں کیں۔ تو اس کا غیر مقلد کیا جواب دیں گے۔ اسی طرح غیر مقلدین فقہ، تصوف اور تاریخ کو غلط غلط کہتے رہتے ہیں۔ مگر ساڑھے اکتیس ہزار غلطیاں وہ ان تینوں فنون سے مل کر بھی نہیں نکال سکے۔ کیا غیر مقلد غور کریں گے کہ وہ حدیث کی خدمت کر رہے ہیں یا حدیث پاک کی عظمت کو یکسر ختم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے نادان دوستوں سے حدیث کی حفاظت فرمائیں۔

کتاب کا انداز :

جس شخص کو تفقہ فی الدین کی ذرا ہوا بھی لگی ہو وہ اس نام نہاد کتاب صلوٰۃ الرسول کو پڑھتے وقت یہ بات شدت کے ساتھ محسوس کرتا ہے کہ اس کے مصنف کو فقہ کی ہوا بھی نہیں لگی۔ فرائض سے زیادہ زور سنن پر لگایا اور اس سے بھی زیادہ زور مستحبات پر ادعیہ و اذکار پر اور اتفاقی مسائل سے زیادہ زور اختلافات پر لگایا ہے اور کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کتاب میں کسی بھی مسئلہ کی کوئی علمی تحقیق مقصود نہیں۔ اصل مقصد اہل سنت والجماعت کے خلاف پروپیگنڈہ ہے۔

چند عنوانات ملاحظہ فرمائیں:

وضو کی وضعی دعائیں ص۹۳، دعائے اذان میں اضافہ ص۱۷۵، دعائے رسول میں زیادتی ص۳۱۳۔ اس بارہ میں میرا خیال ہے کہ غیر مقلدین کے شیخ الکل فی الکل بانی فرقہ میاں نذیر حسین دہلوی کی تحقیق ذکر کر دی جائے۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علماءِ دین اس مسئلہ میں کہ جمیع امور نیک مثل وقت وضو یا کھانے پینے یا وقت جماع وغیرہ کے سوائے شروع سورت قرآن شریف کے پوری بسم اللہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنی سنت ہے یا فقط بسم اللہ پر ہی اکتفاء کرنا چاہئے اور ہر دو صورت پوری بسم اللہ پڑھنے کے بدعت ہو جاتی ہے یا نہیں، بینوا وتوجروا.

الجواب: میرے فہم میں یہ سب تشددات ہیں، الفاظِ ماثورہ پر اگر کچھ الفاظ حسنہ زیادہ ہو جاویں تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے صحیح مسلم وغیرہ کتب حدیث میں موجود ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے تلبیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسی قدر تھا: **لبیک اللھم لبیک، لا شریک لک لبیک، ان الحمد والنعمة لک والملک، لا شریک لک.** اور عبداللہ بن عمرؓ اس پر یہ کلمات زیادہ

کرتے تھے "لبیک وسعدیک والخیر بیدیک لبیک والرغباء الیک والعمل" بہت سے مواضع میں ثابت ہے کہ صحابہ کرامؓ اور علماء اسلام الفاظِ ماثورہ پر درود شریف اور دعوات میں بعض الفاظ زیادہ ذکر کرتے تھے اور یہ تعامل بلانکیر جاری رہا۔ نماز میں بھی اگر ادعیۂ ماثورہ پر زائد دعا پڑھی جاوے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ دیکھو صحیح بخاری وغیرہ کتب حدیث میں ہے ایک شخص نے جو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھتا تھا قومہ میں یہ دعا پڑھی: ربنا ولک الحمد حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا فیہ. جس وقت آپؐ نماز سے فارغ ہوگئے، آپؐ نے فرمایا یہ کلمات کس نے پڑھے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے تین دفعہ فرمایا۔ صحابہؓ ساکت ہوگئے اور پڑھنے والا ڈر گیا، شاید آپ میرے پڑھنے سے ناراض ہوگئے۔ آپؐ نے فرمایا من القائل نانہ لم یقل باسًا یعنی کس نے یہ کلمات کہے ہیں، اس نے کوئی بری بات نہیں کہی۔ پھر وہ شخص بولا انا قلتھا لم ارد بھا الا خیرًا فقال رسول اللہ ﷺ رایت بضعۃ وثلاثین ملکا یبتدرونھا ایھم یکتبھا اولاً یعنی تیس سے کچھ زیادہ فرشتے اس کے لکھنے کے واسطے آئے تھے۔ ہر ایک چاہتا تھا کہ میں اس کو پہلے لکھوں۔ اس سے صاف ثابت ہوا کہ ماثور پر زیادت جائز ہے۔ کیونکہ یہ دعا اس شخص نے اپنی طرف سے ماثور پر زیادہ کی تھی۔ اگر یہ تعلیم نبوی ہوتی تو خوف کس بات کا تھا جس سے وہ سکوت کرتا رہا اور جواب نہ دے سکا۔ اسی طرح ایک شخص نے نماز میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چھینک کر یہ دعا پڑھی: "الحمدللہ حمدًا کثیرًا طیبًا مبارکًا علیہ کما یحب ربنا ویرضٰی" آپ نے نماز سے فارغ ہوکر دو دفعہ پوچھا یہ پڑھنے والا کون تھا۔ کوئی نہ بولا۔ تیسری دفعہ پھر پوچھا۔ آخر وہ بولا کہ یا رسول اللہؐ میں نے پڑھا۔ آپ نے فرمایا کچھ اوپر تیس فرشتے دوڑے ان کلمات کے لئے کہ کون اوپر لے جاوے گا (رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی) حدیث میں تو فقط چھینک کے واسطے اس قدر وارد ہے الحمد للہ علٰی کل حال. یہ زیادت اس شخص نے اپنی طرف سے کی اور رسول اللہ ﷺ نے اس کی تحسین

فرمائی۔ اس کے نظائر بکثرت ہیں۔ اگر کل کا استیعاب کیا جاوے تو ایک مستقل کتاب بنے گی۔ غرضیکہ اس قسم کی زیادات بدعت سے نہیں بلکہ من تطوع خیرًا فھو خیر لہ میں داخل ہیں۔ فقط عبدالجبار عفی عنہ، سید محمد نذیر حسین ھوالموفق

○ اس مسئلہ کی تحقیق عون المعبود شرح سنن ابی داؤد ص۴۰۹، ج۴ میں بسط کے ساتھ کی گئی ہے۔ من شاء زیادۃ التحقیق فلیراجع الیہ کتبہ محمد عبدالرحمٰن المبارکنوری عفااللہ عنہ (فتاویٰ نذیریہ ص۴۴۹، ج۱)

لیجئے بانی فرقہ، اس کے صاحبین مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبدالرحمٰن المبارکنوری اور تلمیذ مولانا عبدالجبار سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ماثور دعاؤں پر اضافہ جائز ہے۔ اس سے رسول خدا خوش ہیں۔ خدا کے فرشتے راضی ہیں۔ صحابہ کرامؓ سے لے کر تمام امت میں یہ تعامل بلانکیر جاری ہے۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ یہ حضرات تو نماز کے اندر بھی ماثور دعاؤں پر زیادت اور اضافے کو جائز قرار دیتے ہیں۔ اس کو بدعت کہنے کو ناجائز تشدد قرار دیتے ہیں۔ اور آجکل کے لامذہب نماز سے باہر بھی ایسے اضافہ کو بدعت کہتے ہیں۔ "ماثور دعائیں" ان دعاؤں کو کہتے ہیں کہ رسولِ اقدس ﷺ، صحابہ کرام اور سلف صالحین سے منقول ہوں، مذاہب اربعہ کی کتابیں ایسی دعاؤں سے بھری پڑی ہیں اور بلانکیر ان پر تعامل چلا آ رہا ہے۔ اب ذرا خود صادق صاحب غور فرمائیں۔ انہوں نے عنوان باندھا ہے رسول اللہ ﷺ کی فرمودہ دعائیں اور اذکار" ص۴۸۰۔ پھر ضمنی عنوان باندھا ہے "تمام مطالب اور حوائج کے لئے ایک مجرب التاثیر وظیفہ" ص۴۸۴۔ پھر آیت کریمہ کے پڑھنے کے تین طریقے لکھے ہیں جو کسی حدیث رسول تو کجا کسی صحابی نے بھی بیان نہیں فرمائے۔ پھر ص۴۸۷ پر حسبنا اللہ ونعم الوکیل پڑھنے کے دو طریقے لکھے ہیں۔ جناب عبدالرؤف صاحب کہتے ہیں یہ دونوں طریقے کسی حدیث میں نہیں۔ (ص۵۰۷) پھر ص۴۸۸ پر فراخی رزق کے دو اعمال لکھے ہیں۔ یہ دونوں عمل بھی کسی حدیث سے ثابت

نہیں۔ پھر ص۵۰۰ پر مصافحہ کی جو دعا لکھی ہے وہ حدیث میں نہیں اور ص۴۵۶ پر نماز تسبیح کے بعد مانگنے کے لئے امام احمد کے حوالہ سے ایک لمبی دعا لکھی ہے اور بڑے فخر سے لکھا ہے: ''اس دعا کے الفاظ بھی ٹکسالی ہیں، یعنی نبیؐ رحمت کی زبان سے نکلے ہوئے ہیں۔ لیکن مولانا عبدالرؤف غیر مقلد فرماتے ہیں'' یہ دعا کسی حدیث میں نہیں ملی'' (صلوٰۃ الرسول ص۴۶۸) معلوم ہوتا ہے کہ مصنف ویل للمطففین پر ایمان نہیں رکھتا۔ اسی لئے اپنوں اور بیگانوں کے لئے اس کے باٹ الگ الگ ہیں۔ اور صاحب تخریج و صاحب تصحیح بھی بے چارے اسی مرض کے مریض ہیں، فی قلوبھم مرض فزادھم اللہ مرضا

خاتمہ:

اس فرقہ میں ہر ان پڑھ بھی اپنے آپ کو علامۃ الدھر سمجھتا ہے۔ جس طرح کنوئیں کا مینڈک سمندر کے مینڈک کو کہہ رہا تھا کہ اس کنوئیں سے بڑا ''پانی کا خزانہ'' خدا تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں فرمایا۔ اسی طرح ان کنوئیں کے مینڈکوں کا خیال ہے کہ علم کے سمندروں یعنی فقہاء کرام نے جو لکھا ہے، جس کی دلیل ہمارے کنوئیں میں نہیں ہے وہ واقعتاً بے دلیل ہے۔ اس نے جن دعاؤں کو وضو کی وضعی دعائیں کہا ہے ان دعاؤں کی حدیث ابن الجوزیؒ نے العلل المتناھیہ جلد اول میں درج کی ہے۔ اور مسند الفردوس ص۳۲۶، ج۵ احیاء العلوم اور غنیۃ الطالبین میں بھی یہ ہیں۔ اور اذان کی دعا میں والدرجۃ الرفیعہ کا لفظ امام نسائیؒ کی کتاب عمل الیوم واللیلہ ص۳۳ پر موجود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ فقہاءِ اسلام کا علم ان ان پڑھوں سے بہت زیادہ وسیع ہے۔ مثال مشہور ہے کہ نور اندھیرے میں چمکتا ہے۔ اس کتاب کو پڑھ کر فقہ اور فقہاء کی عظمت، ضرورت، اہمیت دلوں میں اور بڑھ جاتی ہے جنہوں نے ایک ایک فرض، ایک ایک واجب، ایک ایک سنت، ایک ایک مستحب، ایک ایک مباح، ایک ایک مکروہ اور ایک ایک مفسد نماز و

د

پوری تفصیل سے بیان فرما دیا۔ اور ہر ہر حکم کو اپنے اپنے مقام پر رکھا۔ اور متواتر قرآن اور متواتر تعامل کو انہوں نے مدار بنایا۔ یہاں متواتر تعامل سے ٹکراؤ کے لئے ضعاف و مجاہیل کا راج ہے۔ ارسال و تدلیس کی حکومت ہے۔ اتفاق کی بجائے مسلمانوں میں شقاق اور سر پھٹول ہے۔ دعا ہے کہ خداوند قدوس سلف صالحین کی رہنمائی میں ہمیں کتاب وسنت کی اتباع پر قائم رکھیں اور اہل اسلام میں اتحاد و اتفاق پیدا فرمائیں۔ اور ہر شر سے ہماری حفاظت فرمائیں، آمین۔